

هفت روزہ

لاہور

معاذ اللہ

زین العابدینؑ پر مبنی

شیخ الفیہ حضرت مومنان علیؑ
شیر انوار وزارتہ لایو

۱۲ اکتوبر ۱۹۵۵

یک از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

Alfarpid

۱۹۵۵

لاہور کا غیر متناک تباہی خیر سیلاب

کل و اکثریت ۱۹۵۳ء کی صبح کو لاہور میں جو سیلاب آیا ہے۔ اس سے پہلے لاہور کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ چنانچہ اخباری میاں ہے کہ لاہور کے بسنے والے لوگوں کو کبھی بھی اس قدر شدید سیلاب کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔

۱۔ رانسی میں قرامت خیر سلاب۔ تین چوتھائی لاکھ
 زیر آب ۲۔ لاہور شمالی پنجاب سے کٹ گیا۔ سینکڑوں
 دیہات بربکئے۔ بیشتر علاقے پانی میں گھر گئے۔

دو مواصلاتی نظام درجیم بریم ہو چکا ہے۔ شاہدہ
پاور ہاؤس زیر آب آ جانے سے بجلی میں بی ہونگی ہے۔
آج انسانوں کی کبھی اور پریشانی نے پھر ایک
بار مشرقی پنجاب سے لاکھوں ٹیٹے انسانوں کی آمد
کا نقشہ دہرایا۔ اور یہ کہنا مشکل ہو رہا ہے کہ ۱۹۴۷ء
آگست میں انسانوں کی کس میسرسی زیادہ تھی۔ یا آٹھ برس
بعد آج اکٹوبر کی چھیٹی تاریخ کو انسانوں کی پریشانی اور
کس میسرسی زیادہ ہے۔

لاہور والوں کو سیلاب نے آٹا خانہ اپنے گھیرے

میں نے لیڈر حالانکہ صبح جب اخبارات ان کے ہاتھوں میں پہنچے۔ تو ان میں سرکاری ذرائع سے یہ اطلاع شائع ہوئی تھی۔ کہ سیلاب کا پانی ۶۳ گھنٹے تک شاہزادہ بیچو کا لیکن اہل لاجپور یہ خبر پڑھ رہے تھے۔ تو ادھر راوی کا پانی بھی دلوٹی بند کو چھلانگ چکا تھا اور مصری فضا تاجپورہ میں پورہ۔ باد امی بارخ کو آگاہ بھیجکتے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ یہاں سے لوگوں کے لیے نکلیں حمال ہو گیا۔

مذکورہ صدر سابق اخباری اعلان سے یہ چیز ثابت ہوتی ہے۔ کہ لاہور میں بادشاہ کی حکومت سے بالآخر شاہنشاہ کی حکومت بھی سب سے - وہ چاہے تو اپنی خفیہ مصالح کی اپنے راجت والی شاہی حکومت کو اطلاع دے۔ اور چاہے تو نہ دے۔ یہ چیز خود سیلاب کی آمد سے ثابت ہوتی ہے کہ دنیاوی بادشاہیت اعلان

کوئی ہے کہ سیلاب کا پانی ۶۳ گھنٹے تک شاد رہے گیجے کا
حالانکہ ایک گھنٹہ بھی گزرے پانی۔ کہ سیلاب لاٹھو سے
اُڑا کر رکھ دیا تھا۔

بمادان اسلام! ہر واقعہ کی کوئی مذکوئی علت ضرور ہوتی ہے۔ یہ الگ چیز ہے کہ مختلف نظریات کہنے والے اپنے اپنے نظریے کی بنا پر اس کی علت علیہ علیہ تجویز کریں گے۔ مثلاً بعض لوگ ہرمیاری کا سبب دانوتوں کے نقص کو قرار دیتے ہیں۔ اسلئے وہ لوگ ہرمیاری کا سبب دانوتوں کا نقص قرار دینگے اور بعض دیگر ہرمیاری کا سبب کے خلاف قرار دیتے ہیں۔ اسلئے وہ ہرمیاری کی ہرمت کی ترقی قرار دینگے۔ اسی طرح ایک مسلمان اس بتا ہی خیر عہد مذاک سیلاب کے شامغشاہ حقیقی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث قرار دے گا۔ کہ مخلوق خدا اللہ تعالیٰ سے باغی ہو گئی تھی۔ اس لیے یہ عذاب الہی نازل ہوا ہے۔

یہاں پر اسلام لایا آپ نے پاکستان کا مطالبہ کیونکہ

وقت یہ دلائل نہیں دیتے تھے کہ ہم مسلمانوں کی ہندوؤں سے تہذیب الگ، قانون الگ، کلچر الگ ہے اور ہمارے پاس مکمل مضابطہ حیات انسانی یعنی قرآن مجید موجود ہے۔ جس میں انفرادی - اجتماعی - اخلاقی - معاشرتی - اقتصادی - سیاسی - دنیوی - آخروی - غرضیکہ ہر قسم کی تعلیم موجود ہے۔ اس لیے ہم جانتے ہیں کہ خطہ ہند میں ایک ٹکڑا الگ کرنا کہ اپنی ذکورۃ الصدا چیزوں کو زندہ کریں، کیا آپ کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ ہر ایک محنت کا وسیعہ والا فقط اللہ جل شانہ ہی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے بعض اپنے فضل و کرم سے ہمیں خطہ ہند میں ایک ٹکڑا اکاٹ کر بنام پاکستان عطا فرمایا۔

کیا آپ نے پاکستان لیتے وقت جس وعدہ پر یہ نفاذ
 جاری کیا ہے۔ یا اس وعدے کی خلاف ورزی کی ہے
 جس کا دوسرا نام وعدہ خلائی۔ فداوی یا بغاوت ہو سکتا
 ہے۔ پھر آپ خود فیصلہ کیجئے۔ کہ وعدہ خلائی کہ نیا اول
 نیا اول اور انھوں کی کاسٹرا سٹو کرتی ہے۔

برادرانِ اسلام۔ کیا فرنگستان کے خدو سے
پاکستان بنایا۔ پہلے سے ریا و کاجوں کی کثرت نہیں
ہے۔ کیا آپ نے اینسٹن رائس سے جتنی باتیں
دیکھیں سیکھیں، ان کو اب جتنی اب فکرو مسلک
اتنی یا اس سے زیادہ پتلا ہے۔ کیا آپ نے لاہور
کی پولیس کی رپورٹ نہیں سنی کہ لاہور میں پچیس فیصد
عورتیں زنا کرتی ہیں۔ کیا آپ نے اخبارات میں یہ اطلاع
نہیں پڑھی۔ کہ نئی بازار لاہور میں مسلح فوجی
سکوکوں اور کاجوں کے لڑکے زنا کرنے کے لیے
آتے ہیں۔ اسے پاکستانیا کیا تم نے ایک دیوتی کا
مشغلہ بنائیں کہینا چھوڑ دیا ہے۔ جو انگریز نہیں سکھ
گیا ہے۔ کیا تم نے سینا کے دروازے بند کر دیے
ہیں۔ جن میں مسلمان کا وقت برباد۔ روپیہ برباد اور اخلاق
برباد ہوتے ہیں۔ اور پھر ہر سال کروڑ ہا روپیہ
پاکستان سے مندرستان جاتا ہے۔ اور کیا فرنگستان
کے بعد میرے پاکستان میں چوری زنا کرنی، قتل
خونریزی، رشوت رسانی دھوکہ دہی، بربادی سے
زیادہ باتیں پڑھ گئے۔

برادرِ حاجی اسلمو!
میں آپ سے صداقت کی پیل کرتا ہوں، آپ
مکملتِ خدا و ان پکستان میں ان جہاز کو کھینچنا اللہ تعالیٰ
سے بغاوت نہیں ہے۔

قولہ کا لے :-

(۱) مَا أَمَّا بَكَذُ يَوْمَ تَصِيبُنَا فَمَا كَيْفَ نَكُونُ
 أَيْدِيكُمْ وَكَفَعُوا عَنْ كَيْفَ نَكُونُ
 (سورہ الشوریٰ رکوع ۱۷ تا ۱۹)
 ترجمہ :- اور تم پر جو مصیبت آتی ہے تو وہ تمہارے
 ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے آتی
 ہے۔ اور وہ بہت سے گناہ و عاف کر دینے سے

نابیت ہو کہ یہ عبرتناک اور تباہی خیز سیلاب ہوائے
فنا مول کی شامت کے باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہیے۔ تاکہ آخرت کوئی عذاب نہ پڑے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لی جائے۔ تاکہ وہ سعادت ہو جائیں۔

وَمَا عَلَيْكَ إِلَّا الْكَلَامُ

ہفت روزہ خدا مرالدین لاہور

جلد ۱۱ | یوم جمعہ ۲۴ صفر المظفر ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۵ء | شمارہ ۲۲۸

شامت اعمال

۶ اکتوبر کی صبح کو لاہور اور پنجاب کے باقی اضلاع میں جو سیلاب آیا۔ صوبہ پنجاب کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس کے متعلق کچھ عرض کرنا تو لا حاصل ہے۔ قاریین کرام کی اکثریت یا تو بذات خود اس کی تلخ کامیوں سے آشنا ہے یا اعزاء و اقارب کی وساطت سے اس کی تباہ کاریوں اور حکومت اور عوام کی بے بسی کی داستان و محزن سن چکی ہے۔ سیلاب کے ظاہری اور مادی اسباب پر بحث کرنا بھی ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ ہمیں اس سے بحث نہیں کہ حفاظتی بند ٹوٹا یا توڑا گیا۔ حکومت نے ہر وقت لوگوں کو متنبہ کیا یا نہیں۔ امدادی کام تسلی بخش ہے یا نہیں۔ ان تمام امور سے توجہ ہٹا کر ہمیں تو باطنی اسباب و علل پر غور کرنا ہے جن کے باعث پاکستان بننے کے بعد آٹھویں دفعہ سیلاب آیا ہے۔

بحیثیت مسلمان ہمارا یہ ایمان ہے کہ یہ سیلاب نہیں تھا، بلکہ عذاب الہی تھا۔ ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ عذاب الہی انسانوں کی شامت اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔ آئیے اب ہم اپنے اعمال کا جائزہ لیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ہر شعبہ حیات میں ہماری بہت بھاری اکثریت راہ راست سے بھٹک چکی ہے۔ نہ خالق کا خوف ہے اور نہ مخلوق خدا سے ہمدردی کا جذبہ۔ ہر طرف نفسا نفسی کا عالم ہے۔ تجارت۔ ملازمت۔ زراعت ہر ذریعہ معاش میں طاعت و کرم کا خون چوس رہا ہے۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ ہماری بہت بھاری اکثریت

کی فطرت اور ضمیر مسخ اور مردہ ہو چکے ہیں۔ دین اور عاملین دین کی کھلم کھلا توہین کی جا رہی ہے۔ غریبوں اور بے کسوں کی آہیں جا کر ہمارے خلاف عرش الہی کو ہلا رہی ہیں۔ اس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ ہر چیز کی گرانی۔ چور بازاری۔ رشوت ستانی۔ طوفان۔ باد و باران اور سیلاب ہمیں کچنے کے لئے ہر وقت موجود رہتے ہیں۔

کیا ہی اچھا ہوتا اگر ہم اہل ثروت اور حکمران جکڑ فرعون اور شداد نہ ہوتے۔ ہم غریب ہوتے مگر حقیقی مسلمان ہوتے۔ اس صورت میں تلخ رادی پنجاب ہمارے حکم سے سرتابی نہ کر سکتے۔ ہم وہی تو ہیں جو کبھی دیراؤں اور سمندر میں گھوڑے دوڑا دیتے تھے اور کبھی دریائے نیل کے نام خط لکھ کر اور سلاسل کر دیتے تھے۔ تو از حکم داور گردن پیر کہ گردن نہ پیچید حکم تو پیچ رہنا سیلاب کا ہے نہ توہمی اور چور بازاری کا بلکہ رونا اس بات کا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بار بار جھجھوڑ رہے ہیں۔ مگر ہم خواب غفلت سے بیدار ہی نہیں ہوتے۔ تقسیم ملک کے وقت مشرقی پنجاب کا ہنگامہ ہمارے لئے ایک بڑا تازیانہ تھا مگر ہم نے اس کی پروا نہ کی۔ اس سے عبرت حاصل کرنا تو درگزر۔ ہم نے اس کو بیکفلم بھلا دیا۔ دائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا۔

کارواں کے دل سے احساسِ باطن جاتا رہا ہماری حالت کچھ ایسی بگڑ چکی ہے کہ سیلاب کی شکل میں عذاب الہی بھی ہمیں راہ راست پر لانے سے سیلاب کے دوران میں ہم دوسروں کے مال کو لپچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہیں حالانکہ اس کا یقین نہ تھا کہ ہمارا اپنا مال بھی اس کی زد سے محفوظ رہ سکے گا۔ ہم نہ صرف بہتی ہوئی چیزوں کو ہتھیانے رہے بلکہ چوری اور لوٹ مار بھی شروع کر دی۔ پانی میں گردنوں

تک ڈوب کر ہم نے ایندھن جمع کیا۔ ہمایوں کے مال پر تصرف کیا۔ ایسے قیامت خیز اور تباہی کے موقع پر بھی ہمارا دل نہ پسیا۔ اور ہمیں دوسروں سے ہمدردی کی توفیق نہ ہوئی۔

معتز قاریین کرام کہاں تک اپنی کور باطنی کا رونا رو دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر احسان عظیم فرمایا کہ ہماری شامت اعمال کے باوجود اس نے جلد ہی ہم کو اس ہولناک سیلاب سے نجات دلا کر تشکر اور توبہ کا ایک اور موقع عطا فرمایا۔ اس لئے سیلاب کے ظاہری اسباب کی بجائے باطنی اسباب کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جب تک ہم اپنا تعلق باللہ اور تعلق بالمخلوق درست نہ کریں گے ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے کبھی انعام و اکرام کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ بلکہ احکم الحاکمین کا عذاب و عتاب ہی ہمارے حصہ بن جائے گا۔

آئیے۔ آج ہم صدقِ دل سے عہد کریں کہ آئندہ ہم اپنا زندگیوں کو قرآن اور سنت کے مطابق بنانے کی کوشش کریں گے۔ ستھری زندگی بسر کرنے کے لئے ہمیں اختیار کی تقلید نہیں کرنی چاہئے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام و رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حیدۃ علیہم کو چراغِ راہ بنانا چاہئے۔ تاکہ ہم میں وہ اخوت اور ہمدردی پیدا ہو کہ پانی کا چاکہ ایک زخمی مسلمان اس لئے پینے پر آمادہ نہ ہو کیونکہ دوسرا بھائی اس کا زیادہ مستحق ہے۔ اور اس طرح سب کے سب پانی کا پیار چھوڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کریں۔ ہم اس قدر حکم خداوندی کی تابعداری ہو کہ اگر جنگ میں شکست رہا تو ہم اس کا سبب یہ سمجھیں کہ صبح کی نماز بغیر مسواک کئے ہوئے ادا کی تھی۔

(باقی صفحہ ۲ پر)

پیام انسانیت

خرابی کی جڑ یہ ہے کہ برائی اور پاپ کی خواہش پیدا ہو گئی ہے

(۲)

از جناب مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

پیغمبر انسانیت کا مزاج بدلتے ہیں

کام شروع کرتے ہیں۔ وہ خوب سمجھتے ہیں کہ یہ سب دل کا قصور ہے۔ انسان کا دل بگڑ گیا ہے۔ اس کے اندر چوری، ظلم، دغا بازی کا جذبہ اور ہوس پیدا ہو گئی ہے اس کے اندر خواہش کا عفریت ہے جو ہر وقت اس کو بھانپ رہا ہے اور وہ بچے کی طرح اس کے اشاروں پر حرکت کر رہا ہے۔ پیغمبر کہتے ہیں کہ ساری خرابیوں کی جڑ یہ ہے کہ انسان پاپی ہو گیا ہے۔ اس کے اندر برائی کا جذبہ اور اس کا زبردست میلان پیدا ہو گیا ہے اس لیے سب سے ضروری اور مقدم کام یہ ہے کہ اس کے دل کی اصلاح کی جائے اور اس کے دل کو ناجائز چیزوں سے روک لیا جائے۔ وہ لوگوں کو فائدہ کرتے دیکھتے ہیں۔ اس منظر سے ان کا دل جس قدر دکھتا ہے۔ دنیا میں کسی کا نہیں دکھتا۔ ان کو کھانا پینا دشوار ہو جاتا ہے۔ مگر وہ حقیقت پسند ہیں۔ وہ یہ نہیں کہتے کہ اسی کو مسئلہ بنا کر اس کے پیچھے بڑھ جائیں اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ خرابی کا نتیجہ ہے خرابی کی جڑ نہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اگر لوگوں کے پیٹ بھرنے کا سامان کر دیا جائے۔ اور زاد و فائدہ لے کر پھیل کر دے دیا جائے۔ تو یہ ایک وقتی اور سطحی انتظام ہوگا۔ وہ ایسی فضا اور ایسے حالات پیدا کرتے ہیں کہ لوگوں سے دوسروں کی بھوک نہ دیکھی جاسکے۔ وہ خود اپنے گھر سے غلہ لاکر لوگوں کے پاس ڈال جائیں۔

اس کے برخلاف لوگ ایسے حالات پیدا کرتے جاتے ہیں۔ کہ غلہ کھسکتا اور ایک جگہ جمع ہوتا چلا جائے۔ یاد رکھئے اگر ذہنیت میں تبدیلی نہیں آئی تو غلہ کی تقسیم یا رسد کا انتظام کر دیا گیا تو اس کے بعد بھی لوگوں کو ایسا فی معلوم ہے کہ دوسروں کی جھولی کے ڈالنے ان کی جھولی میں جائیں اور دولت ہر طرف سے سمٹ کر ان کے قدموں سے لگ جائے۔ آپ نے شاید رافیل لیلہ کا قصہ پڑھا ہو کہ سندباد جہاز پر اپنے ایک سفر میں ایک مقام پر پہنچا اس نے دیکھا کہ جہاز کا کپتان بہت فکر مند اور غمگین ہے۔ سندباد نے سبب پوچھا تو جہاز کے ناخدا نے بتا دیا کہ ہم غلطی سے ایک ایسے مقام پر آ گئے ہیں۔ جہاں سے قریب مضافاتیں کا ایک پہاڑ ہے۔ ابھی تھوڑی دیر میں ہمارا

جہاز اس کے قریب پہنچ جائے گا۔ مضافاتیں وہ ہے کہ کھینچتا ہے۔ جب وہ پہاڑ کشش کرے گا تو جہاز کی سب کیلیں اور تختوں کے قبضے نکل کر پہاڑ سے جا ملیں گے۔ اور جہاز کا بند بند بھرا ہو جائے گا اس وقت ہمارا جہاز ڈوبنے سے نہ بچ سکے گا۔ چنانچہ ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ مضافاتیں نے لوہے کو کھینچنا شروع کیا اور جہاز میں جتنا بھی لوہے کا سامان تھا سب کھینچ کھینچ کر پہاڑ پر پہنچ گیا۔ اور دیکھتے دیکھتے جہاز غرق ہو گیا خوش قسمت سندباد ایک بہتے ہوئے تختہ کے سہارے کسی جزیرے میں پہنچ گیا اور اس کی جان بچی۔

یہ قصہ غلط ہو یا صحیح اس سے مجھے کچھ سروکار نہیں مگر مجھے آپ کو یہ سنانا تھا کہ ہماری سوسائٹی میں بھی مضافاتیں صفت سرایہ دار اور تاجر موجود ہیں۔ انہیں آپ بھی (MAGNET) کہتے ہیں۔ وہ ایسی سازش کرتے ہیں کہ دولت سمٹ کر ان کے گھر میں آجاتی ہے۔ وہ ایسا معاشی جال پھیلاتے ہیں کہ لوگ چار چار پانچ سب کچھ ان کی جھولی میں ڈال دیتے ہیں اور اپنے وسائل زندگی اور ضروریات ان کے سپرد کر کے پھر غربت اور فاقہ کشی کی زندگی گزارنے لگتے ہیں۔ پیغمبر قلب کی ماہیت بدل دیتے ہیں وہ انسان کے اندر ایسی تبدیلی پیدا کرتے ہیں۔ کہ وہ دوسرے انسان کی فاقہ کشی کو دیکھ نہ سکے۔ وہ اس کے اندر راہیہ کی روح اور قربانی کا جذبہ اور سچی انسانی ہمدردی پیدا کرتے ہیں۔ انہیں کو دوسروں کی زندگی اپنی زندگی سے زیادہ عزیز ہو جاتی ہے وہ اپنی جان کو کھو کر دوسروں کی زندگی بچانا چاہتا ہے۔ وہ اپنے بچوں کو بھوکا رکھ کر دوسروں کا پیٹ بھرنا چاہتا ہے۔ وہ خطروں میں اپنے کو ڈال کر دوسروں کو خطرے سے محفوظ کرنا چاہتا ہے۔

آپ میرے ان لفظوں پر اتنا ہلکے کے دو واقعے

کے واقعات ہیں۔ ہماری آپ کی اسی دنیا میں ایسا ہو چکا ہے۔ تاریخ میں ایسے واقعات لکھ رہے ہیں جو ان منوعی قصوں اور افسانوں سے کہیں زیادہ حیرت انگیز اور تعجب خیز ہیں۔ جو آج فسلوں میں اور سرکوں پر دکھائے جاتے ہیں۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں آمد کے کچھ عرصہ بعد کا قصہ ہے کہ ایک مسلمان اپنے ایک رزمی بھائی کی تلاش میں پانی کے گڑھے کے شاہ پانی کی ضرورت ہو۔ تو میں ان کی خدمت کر لے۔ زخمیوں میں ان کو اپنے بھائی نظر آگئے جو زخموں سے بے حال اور بیاس سے بے قرار تھے۔ انہوں نے پیالہ بھر کر پیش کیا تو رزمی بھائی نے ایک دوسرے زخمی کی طرف اشارہ کیا کہ پہلے ان کو پلاؤ۔ اگر واقعہ یہیں ختم ہو جاتا تب بھی انسانیت کی بلندی کے لیے کافی تھا۔ اور تاریخ کا ایک یادگار واقعہ ہوتا لیکن واقعہ یہیں ختم نہیں ہوتا۔ جب اس زخمی کے سامنے پیالہ پیش کیا گیا تو اس نے تیسرے زخمی کی طرف اشارہ کیا۔ اس طرح ہر زخمی اپنے پاس والے زخمی کی طرف اشارہ کرتا رہا یہاں تک کہ پیالہ ہر کاٹ کر پہلے زخمی کی طرف پہنچا تو وہ دم توڑ چکا تھا۔ دوسرے کے پاس پہنچا تو وہ بھی رخصت ہو چکا تھا۔ اسی طرح سے یکے بعد دیگرے یہ سب زخمی دنیا سے چلے گئے۔ لیکن تاریخ پر اپنا ایک نقش چھوڑ گئے۔ آج جب کہ بھائی بھائی کا پیٹ کاٹ رہا ہے اور ایک انسان دوسرے انسان کے منہ سے روٹی کا ٹکڑا چھین رہا ہے۔ یہ واقعہ روشنی کا ایک منیار ہے۔

ایک دفعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مہمان آئے۔ آپ کے یہاں کچھ کھانے کو نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا ان کو کون اپنے گھر لے جائے گا۔ ایک صحابی حضرت ابو طلحہ انصاری نے اپنے کو پیش کیا۔ اور مہمانوں کو لے گئے۔ گھر میں کھانا کم تھا۔ گھر میں یہ مشورہ ہوا کہ بچوں کو سلا دیا جائے گا۔ اور کھانا مہمانوں کے سامنے رکھ کر چراغ بجھا دیا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا مہمانوں نے شکم سیر ہو کر کھایا اور ابو طلحہ بھوکے اٹھ گئے۔ مہمانوں کو اندھیرے میں پتہ چلنے نہیں پایا کہ ان کا میزبان کھانے میں شریک نہیں ہے۔ اور وہ خالی ہاتھ منہ تک لے جاتے رہے ہیں۔

انسانیت کا درخت اندر سے سرسبز ہوگا

پس پیغمبر انسان کے اندر تبدیلی پیدا کرتے ہیں۔ وہ نظام بدلنے کی اتنی کوشش نہیں

کرتے جتنا مزاج بدلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نظام ہمیشہ مزاج کا تابع رہا ہے۔ اگر دل نہیں بدلتا۔ مزاج بدلتا تو کچھ نہیں بدلتا۔ لوگ کہتے ہیں کہ دنیا خراب ہے۔ زانہ خراب ہے۔ میں کہتا ہوں یہ کچھ نہیں بلکہ انسان خراب ہے۔ کیا زمین کی حالت میں فرق پڑ گیا۔ کیا ہوا کا اثر بدل گیا کیا سورج نے گرمی اور روشنی دینی چھوڑ دی۔ کیا آسمان کی حالت تبدیل ہو گئی۔ کس کی فطرت (NATURE) میں فرق پڑا۔ زمین اسی طرح سونا اگل رہی ہے۔ اس کے سینہ سے اسی طرح اناج کا ذخیرہ اُبل رہا ہے بھیلوں کے ڈھیر نکل رہے ہیں۔ لیکن تقسیم کرنے والے پانی ہو گئے۔ یہ ظالم جب اپنی ضروریات کی ضرورت پڑے ہیں تو اخبارات کے صفحات (باقی صفحہ ۱۳ پر)

نعت

(از جناب محمد یونس صاحب سرورس مجنوری)

(۱) اللہ دکھائے مجھے دربارِ مدینہ
 مانگ کبھی غیروں کی طرف ہو نہیں سکتا
 اس ارضِ مقدس کی ہے کیا شان نہ پوچھو
 جس دل میں سما جاتے ہیں اسرارِ مدینہ
 اول وہی آخر وہی اوسط بھی وہی ہیں
 پھولوں سے بھی اچھے ہیں کہیں خارِ مدینہ
 دنیا کی خوشی ہوتی ہے قدموں پہ نچھو
 محبوبِ خداوند ہیں سرکارِ مدینہ
 سن لیگا زمانہ کہ سرورِ آپ بھی اکدن
 یاد آتے ہیں جب کوچہ و بازارِ مدینہ
 ہوتے ہیں روانہ سوئے دربارِ مدینہ

(۲)

جو نقشِ دل پہ محمدؐ کا نام ہو جائے
 تو رنج و کلفتِ دنیا تمام ہو جائے
 اگر حضورؐ کی سنت ہو وجہِ راحتِ دل
 تو آسماں سے بھی اونچا مقام ہو جائے
 دعا ہی ہے شب و روز اپنی بارِ الہ
 حیات کوئے نبیؐ میں تمام ہو جائے
 بلند اس کا نصیب نہ کیوں ہو جس کو نصیب
 دیارِ مصطفویٰ میں مقام ہو جائے
 چمک اٹھیکاس تارِ سرورِ قسمت کا
 اگر قبولِ درود و سلام ہو جائے

مجلسِ ذکر

مرتبہ چودھری عبدالرحمن خاں صاحب

آج مؤرخہ ۱۲ صفر المظفر ۱۳۷۵ھ مطابق ۶ اکتوبر ۱۹۵۵ء حیدرآباد مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی ذکر کے لیے تشریف نہ لائے۔ مگر آپ نے گھر ہی سے چند ارشادات لکھ کر بھیج دیئے جو ذکر کے بعد احباب کو پڑھ کر سنا دئے گئے۔ یہ ارشادات قارئین کرام اسی صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت کی غیر حاضری میں مولوی حمید اللہ انور صاحب نے ذکر میں حاضرین کی رہنمائی فرمائی۔

غالباً قارئین کرام حضرت کی غیر حاضری کی وجہ بھی معلوم کرنا چاہیں گے۔ ان کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ حضرت ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۵ء کی صبح ضلع شیخوپورہ کے ایک گاؤں میں تشریف لے گئے تھے۔ اسی روز شام کو واپسی تھی۔ واپسی پر کچھ راستہ ٹانگے میں طے کرنا تھا۔ گھوڑا راستہ میں ٹڈ کر بڑکا اور ٹانگا الٹ گیا۔ حضرت کے کچھ چوہلیں آگئیں۔ واپسی پر حضرت کے معالج نے جہاں چھوٹے چھوٹے زخم تھے۔ وہاں دوائی لگا دی اور جہاں زیادہ تھا۔ وہاں پٹی کر دی۔ اور بائیں طرف کی پسلیوں پر چوٹ زیادہ تھی۔ وہاں بانس کی۔ دوائی دی اور ٹیکہ بھی کر دیا۔ کئی روز سے ٹیکے لگ رہے ہیں۔ بانس بھی بد رہی ہے۔ مگر اب تک صحت اس قابل نہیں کہ درس دے سکیں۔ اس کے علاوہ کچھ آپ کو دانتوں کی بھی تکلیف تھی۔ وہ دوا ایک ٹکوانے پر لے گئے۔ ذکر میں شمولیت نہ فرمانے کی یہ دوسری وجہ ہے۔

اللہ اللہ۔ فکر کی کوئی وجہ نہیں۔ قارئین کرام سے استدعا ہے کہ وہ حضرت کے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحت کی اور عاجل عطا فرمائے۔ تاکہ ہم ان کے مواظبت حسنہ سے مستفیض ہوتے رہیں۔

حیوۃ طیبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی حَبَاۃِ الدِّیْنِ اَمَّا بَعْدُ
ہمارا ایمان ہے کہ انسان کی زندگی کے لیے دو جہاں ہیں۔ ایک یہ جس میں اب زندگی بسر کر رہے ہیں اسے دُنیا کہا جاتا ہے۔ دوسرا وہ جہیں مرنے کے بعد تہمت رکھنا ہے۔ اسے آخرت کہا جاتا ہے۔ دوسرے جہاں پہرہ دینے میں ایک حصہ قبر میں دفن ہونے کے بعد میدانِ محشر میں کھڑے ہونے تک اور دوسرا حصہ میدانِ محشر سے شروع ہو کر الہاباد ہمیشہ ہمیشہ تک۔

تینوں حصوں میں خوشگوار زندگی

اس شخص کی بسر ہوگی جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔ قرآن مجید میں اللہ جل شانہ نے اعلان فرمایا ہے :-
مَنْ عَمِلْ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اٰتٰی زَكٰتًا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَحْظَتِیْنِ حٰیٰوٰۃٍ طٰیْبَتَیْنِ وَ لَنَجْزِیَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا عَمَلُوْا یَعْلَمُوْنَ
(سورہ النحل رکوع ۱۳ پارہ ۱)

ترجمہ :-
(جس نے نیک کام کیا۔ مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے۔ تو ہم اسے ضرور اچھی زندگی بسر کرائیں گے اور ان کا حق انہیں بدلے میں دیں گے۔ ان کے اچھے کاموں کے عوض میں دے کر دیتے تھے۔)

اللہ تعالیٰ کا ہر فرمان سچا ہے

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں اعلان ہے۔
مَنْ مَّكَّنَتْ لِحَدِّثٍ كَذِبًا وَ صَدَقْنَا وَ عَدَّ لَنَا (سورہ الاحقاف رکوع ۱۳)
(پٹ)
(ترجمہ) اور تیرے رب کی باتیں سچائی اور انصاف کی انتہائی حد تک پہنچی ہوئی ہیں۔

لہذا

میں دعوے سے کہتا ہوں کہ جو شخص دُنیا اور آخرت

کی زندگی خوشگوار بنانا چاہے وہ قرآن مجید کو اپنا دستور العمل بنائے اور جس طرح قرآن مجید ہر معاملہ میں راہ نمائی فرماتے۔ اسی طرح ہر معاملہ کو درست کرتا جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ دُنیا بھی اس کے لیے راحت کا گہوارہ بن جائے گی اور آخرت کی بہتری کی فتح ہو جائے گی۔
وَالْعٰلَمِیْنَ اَلَا سَلَامٌ !

یقیناً اُفتِ حیاتِ شام

(مس سے اُگے)

ہم حکومت۔ عوام۔ خواص سب سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ سیلاب سے عبرت حاصل کریں۔ ذرا بچ آدمی پر جائز و ناجائز کی تدبیریں لگائیں۔ بکسوں کی آہوں کو آسمان پر جانے سے روکیں۔ اور ہر ممکن طریق سے اللہ تعالیٰ کو راضی کریں۔ اگر ہم جاوے مسقیم پر کامزن ہو جائیں تو ہماری دُنیا بھی بھر اور آخرت بھی عمدہ۔ دندنہ ہمیں نہ اس جہان میں چین میسر ہوگا نہ دوسرے جہاں میں۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری خطاؤں کو معاف فرمائے۔ ہمیں اپنے احکام پر چلنے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو نبھانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مودرِ غیض و عتاب نہ ٹھہرائے بلکہ انعام و اکرام کا مستحق بنائے۔ (آمین)

معذرت

۶ اکتوبر کا پرچہ قارئین کرام کو وقت پر نہ پہنچ سکا۔ ہم اس کے لئے ان سے معذرت خواہ ہیں پرچہ وقت پر ڈاک کے حوالہ کرنے کے لئے بالکل تیار تھا۔ مگر سیلاب کے باعث متعلقہ ڈاکخانہ بند ہو گیا۔ اس لئے مجبوراً پرچہ کی ترسیل میں دیر ہو گئی۔ سیلاب کے بعد ڈاک خانہ ۱۰ اکتوبر کو کھلا۔ اس دن پرچہ سپرد ڈاک کر دیا گیا تھا۔ امید ہے کہ اب تک پہنچ گیا ہوگا۔ ۱۱ اکتوبر کا پرچہ جواب قارئین کرام کے زیرِ ملاحظہ ہے۔ اس کے متعلق بھی ہمیں معذرت کرنی ہے کہ یہ ۲۰ کی بجائے ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی وجہ سیلاب کے باعث عملہ ادکاتب کی پریشانی۔ بجلی کی نایابی۔ اور حضرت مولانا مدظلہ العالی کی علالت ہے۔

(میجر)

قرآن کیا ہے؟

(از حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ)

گر تو میخوای مسلمان زبیتن!
نیست ممکن جز بقراں زبیتن

قرآن حکیم آسمانی کتبوں میں سے آخری اور مکمل نہ ہوگا
ہے بہت زیادہ پڑھی جانے والی کتاب کو قرآن کہتے
ہیں۔ یہ تمام سابقہ کتب سب اوپر پر تصدیق ثبت کرتا ہے۔
ان کے اصلی مضامین کی حفاظت اہل ان کی پیشگوئیوں
کی صداقت کا علامہ اظہار کرتا ہے۔ احکام الہیہ اور ان
حقائق و معارف کو جو پہلی کتابوں میں نہایت اجمالی طور
پر مذکور تھے۔ کافی تفصیل سے بیان کرتا ہے۔

اس میں سات سورتیں۔ ۳۰ پارے۔ ۱۱۴ سورتیں
(۸۶ مکہ اور ۲۸ مدینہ)۔ ۶۰۴ رکوعات۔ ۶۶۶۶ آیات
اور ۳۲۱۲۷۰ حروف ہیں۔

اس میں دو قسم کی آیات ہیں (۱) محکمات۔ جنکی مراد
معلوم اور متعین ہو۔ یہ کتاب کی تعلیمات کی اصل ہوتی
ہیں۔

(۲) تشابہات۔ جن کی مراد معلوم و متعین کرنے میں شبہ
واقع ہو۔ ۱۱۴ سورتوں میں سے ۲۹ سورتیں
ایسی ہیں۔ جو حروف مقطعات سے شروع ہوتی
ہیں جن کے حقیقی معنی کسی کو معلوم نہیں ہیں۔ یہ
حروف خدا اور رسول کے درمیان رابطہ ہیں یہ بھی
تشابہات میں سے ہیں۔

سورہ فاتحہ۔ اساس القرآن۔ اتم القرآن۔ صبح
مناشی اور قرآن عظیم کہلاتی ہے۔ کیونکہ یہ سورہ
تمام قرآن کا پچھوڑ ہے۔

سورہ یسین قرآن کا دل ہے۔ سورہ الرحمن قرآن
کی زینت ہے۔ سورہ بقرہ قرآن کی ہڈی ہے۔ سورہ
اعراف ثلث قرآن ہے۔ سورہ انکافرون رہنے قرآن
ہے۔

قرآن کی سب سے افضل آیت۔ آیت الکرسی ہے
قرآن حکیم خدا کے عطا یا میں سب سے بڑا عطیہ ہے
اور اس کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت و رحمت ہے۔
قسماں خدا کا کلام ہے۔ اس کا اصلی معلم رحمان ہے۔
گو فرشتہ کے توسط سے ہو۔

قرآن نور ہے۔ قرآن برہان ہے۔ قرآن فرقان
ہے قرآن ہدایت۔ شفاء۔ رحمت اور موعظت ہے۔
قرآن بشیر و نذیر ہے۔ قرآن ذکر۔ بصائر اور قول فیصل
ہے۔ قرآن عربی حکیم اور عجمی ہے قرآن مصحفین
ہے۔ قرآن حبیبان۔ بیک شفیق ہے۔

قرآن مجید حضور مسلم کی عمر شریف کے
نزول قرآن اچالیس سال اور سات ماہ گزرنے

کے بعد رمضان شریف کی ۲۴ یا ۲۵ دیکھ ۲ یا ۳
لیلۃ القدر کو چرخ محفوظ سے آسمان دنیا پر تمام و مکمل
اس موجودہ ترتیب سے نازل ہوا۔ اور اسی روز سورہ قیامت
کی چار پنج آیات آنحضرت مسلم پر غار حرا میں نازل ہوئیں
پھر ۲۴ سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا حسب ضرورت
منشائے الہی کے مطابق نازل ہوتا رہا۔ سب سے
آخری آیت الْیَوْمَ اكْمَلْتُ لَكَ دِينَكَ وَ اَتَمَمْتُ
عَلَيْكَ نِعْمَتِي وَ رَضِيتُ لَكَ الْإِسْلَامَ
چینا تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ترتیب نزول اور حق اور
موجودہ ترتیب لوح محفوظ کی ترتیب کے مطابق ہے۔ جب
کوئی سورہ یا آیت نازل ہوا کرتی تھی تو آنحضرت مسلم
کاتب وحی کو بلا کر حضرت جبریلؑ کے کہنے کے مطابق
اس کو اپنے اٹھنے والے درجہ کو دیا کرتے تھے۔

یہ قرآن کریم اعلیٰ و اکمل کتاب ہے جو خداوند عزوجل
نے اپنے مخصوص ترین بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
پر بواسطہ جبریل امین عربی زبان میں اتاری۔ عربی زبان
جو تمام زبانوں میں زیادہ فصیح، مضبوط اور پر شکرت زبان
ہے۔ جو کہ لکھنے لکھنے کہلاتی ہے۔ نزول قرآن کے لیے
مختار کی گئی اور یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مادری زبان تھی
اور اس کے اولین مخاطب عربی انہل تھے۔ ان کی زبان سمجھنے
میں۔ بے شک قرآن اشرف الکتاب ہے اور اشرف
اللغات ہے۔ اشرف الرسل (محمد) پر اشرف الملائکہ
(جبریل) کے توسط سے اشرف قطعہ زمین (مکہ معظمہ
مدینہ منورہ) میں نازل ہوا ہے۔ اور اس کی ابتدا اشرف
ماہ (رمضان) میں ہوئی۔ لہذا یہ کتاب ہر لحاظ سے مکمل
تھی۔

اعجاز قرآن
اقسام ان ایک جامع اور عظیم الشان
کتاب ہے۔ اس کے مقابل میں

کوئی دوسری کتاب کتاب کہلانے کی مستحق نہیں۔ اس کے
اصول نہایت صاف۔ دلائل روشن۔ احکام معقول و وجہ
واضح اور بیانات نہایت شگفتہ اور فیصلہ کن ہیں۔ اس
کی عبارات انتہائی سلیس۔ فصیح۔ اسلوب بیان نہایت
مؤثر۔ تعلیم نہایت متوسط و مستدل جو سزاوارتہ اور ہر
طبیعت کے مناسب۔ اور عقل سلیم کے بالکل مطابق
ہے کسی قسم کی افراط و تفریط کا اس میں نہایت نہیں اس
کی آیات فطری و معنوی ہر حیثیت سے حجتی قلی ہیں نہ
ان میں تناقض ہے نہ کوئی مضمون حکمت یا واقعہ کے
خلاف ہے۔ الفاظ کی قبا۔ معانی کی قاسمیت پر ذرا بھی
نڈھیلی ہے نہ تنگ۔

آج دنیا میں قرآن حکیم ہی صحیح راستہ بتلانے والی

کتاب ہے اور غفلوں و اداہم کے مقابل میں سچے حقائق
پیش کرنے والی ہے۔ اس کے علوم و معارف احکام و
قوانین اور معجزانہ فصاحت و جزالت پر نظر کر کے کہنا
پڑتا ہے کہ یہ قرآن وہ کتاب نہیں ہے جو خداوند قدوس کے
سوا کوئی اور شخص یا کلمہ یا کلمہ پیش کر سکے۔ پورا قرآن تو
بجائے خود رہا۔ اس کی ایک سورہ کا بھی مثل دینے سے
جن و انسان قیامت تک عاجز ہیں۔ قرآن اپنی فصاحت
و بلاغت حسن اسلوب و قوت تاثیر و شری بیانی طرز و عظمت
اور علوم و مضامین کے اعتبار سے بے مثل ہے۔

قسماں ایک ایسا کام ہے جو نہ قصیدہ ہے
نہ غزل ہے نہ مرثیہ ہے بلکہ وہ دلوں کو روشنی کر دینا
کلام ہے۔ یہ قانون برائت ہے۔ خدا کے علم سے روشن
کی ہوتی مشعل ہے جسے نہ کوئی ہوا کا جھونکا ہوا کر سکتا
ہے۔ نہ کوئی آندھی ہوا سکتی ہے جو تیر و دل نشینی
قرآن کی تشریں اس درجہ بیانیاتی ہے۔ وہ ساری
دنیا کے شاعر و شاعری اپنے کلاموں کے مجموعہ میں پیدا
نہیں کر سکتے۔ قرآن کریم کے اسلوب بیان کو دیکھتے ہوئے کہہ
سکتے ہیں کہ گویا نظم کی اصلی روح نکال کر تشریں ڈال دی ہے
شاید یہی وجہ ہے کہ بڑے فصیح اور عاقل و ذکاوت والے جو کہ قرآن
کو شری یا سمجھتے تھے۔ حالانکہ قرآن کریم میں تمام تر حقائق ثانیہ
اور اصول حکم کو قطعی دلیلوں اور یقینی حجتوں کے ساتھ بیان
کیا گیا ہے یہ تو یقیناً قرآن اور روشن لہجہات سے محمد ہے۔

قرآن خدا کی مضبوطی سے ہے۔ یہ پختہ و عظیم ہے
یہی سیدھا راستہ ہے۔ زیادہ تلاوت کی وجہ سے یہ پورا نا
نہ ہوگا۔ اس کے عجائبات ختم نہ ہوں گے جس شخص نے
اس کے خدو کوئی بات کہی وہ سچا ہے اور جس نے اس
پر عمل کیا اس کو اجر عطا کیا جائے گا اور جس نے اس کے
ذریعہ سے فیصلہ کیا۔ مصنف ہو جائے گا۔ اور جس نے
اس کے ذریعہ ہدایت چاہی اس کو صراط مستقیم عطا کیا
جائے گا۔

قسماں تو وہ کتاب ہے جس کی آیتیں آسمان کے
اوپر نہایت معزز و بلند مرتبہ اور صاف ستھرے و قبول میں
لکھی ہوئی ہیں اور زمین پر بھی خلص ایماندار اس کے اوراق
نہایت عزت و احترام اور تقدس و وقار کے ساتھ و بچی جگہ
رکھتے ہیں اس کتاب کو بغیر ہونو کے چھپتے نہیں ہیں۔

اس کی حفاظت کا ذمہ خداوند کریم
حفاظت قرآن
اگر اسے۔ بدوں ایک شوشہ یا زور کی تبدیلی کے جیسے
دماغ عالم میں پہنچ کر رہے گا۔ اور قیامت تک ہر طرح کی
تحریف فطری اور معنوی سے محفوظ و معصون رکھا جائے گا
یلا کہوں مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ رکھا جائے گا۔ اسے اور
رہے گا۔ زمانہ کتابی بدل جائے۔ مگر اس کے اصول
و احکام کبھی نہیں بدلیں گے۔ یہی خاص قوم اور امتی کے
لئے نہیں ہے بلکہ تمام دنیا کے لوگوں کے لیے ہے۔

یہ کتاب ہے۔
”جہاں تک ہماری تعلیمات میں دنیا
بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو قرآن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مدح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

قسط (۴)

از حضرت مولانا محمد بل صاحب خطیب مسجد حائیتہ قلعہ گوجرانگہ

آج کے رسالے میں چند اور آیات قرآنیہ سبیل مدح صحابہ کرام ہدیہ ناظرین باتین کرنا چاہتا ہوں۔ ایت کید والسبقون الا وكون من المهاجرين و الانصار والذين اتبعوهم باحسان ط رضى الله عنهم ورضوا عنه واعد لهم جنات تجري من تحتها الانهار خالدين فيها ابدا اذليل الفوز العظيم ط

(سورہ توبہ پارہ ۵۱ رکوع ۱۱)

(ترجمہ حضرت مولانا مقتدا شیعہ الہند قدس اللہ سرہ)

اور جو لوگ قدیم میں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور جو ان کے پیرو ہوئے نبی کے ساتھ اللہ راضی ہو ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے اور تیار کر رکھے ہیں واسطے ان کے بارگ کہ ہستی میں نیچے ان کے نہیں رہیں گے ان میں ہمیشہ یہی بڑی کامیابی ہے۔

ایت کا مفہوم بالکل واضح ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ جن ہاجرین سابقین اولین نے ہجرت میں سبقت و اولیت کا شرف حاصل کیا اور جن انصار نے نصرت و اعانت میں پہل کی۔ ہے عرض جن حضرات نے قبول حق اور خدمت اسلام میں جس قدر آگے بڑھ کر جتنے لئے پھر جو لوگ نیکو کاری اور حسن نیت سے ان راہنماؤں راہروں پیش رہا ان اسلام کی پیروی کرتے رہے۔ ان سب حضرات کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی اور حقیقی کامیابی حاصل ہو چکی ہے۔ جس طرح ان حضرات نے بھری خوش دلی اور رضامندی کے ساتھ بلا خوف و تشویش احکام شریعہ کے سامنے گردنیں جھکا دیں۔ یعنی ان کا حال اور حال یہ تھا۔

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یاد میں آئے

اسی طرح حق سبحانہ و تعالیٰ نے ان کو اپنی خوشنودی و رضا کا پروانہ دے کر لا متناہی غیر محدود بے شمار لافانہ دینی و دنیوی اخروی ظاہری باطنی جسمانی روحانی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔

یہ ایت اس طرح بھی توجہ مبذول کرادہی ہے کہ تمام امت پر فرمیں کہ وہ اصحاب کرام خواہ مہاجرین سے بھول یا انصار سب کی اقتدار اور اتباع کریں۔ اسی واسطے فرمائی کہ ہم تبار عرب و عجم بنائے کریم رسول معظم

صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر ارشاد فرمایا۔ علیکم بعتی و سنتی الخلفاء الراشدين المہدیین (ترجمہ) اے مسلمانو نہایت سستی کے ساتھ میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر کار بند رہو۔ دوسری جگہ ایک طویل حدیث میں یوں فرمایا میری امت میں بہتر فرقے ہوں گے۔

كلهم في الناس الا فرقة واحدة

(سب کے سب جنم میں جائیں گے۔ مگر ایک گروہ اور فرقہ ناجید) پوچھنے پر فرمایا

ما انا عليه واصحابي۔ یعنی جس راہ پر میں اور میرے جانثار صحابہ گامزن ہیں۔ اس صراط مستقیم پر جو چلے گا وہ منزلی مقصود کو پہنچے گا۔ حضرت مولانا جامی نے اپنے کلام منظوم میں اس ایت کریمہ کا یوں ترجمہ اور تفسیر فرمایا:-

رضی اللہ عنہم از سوائے حق

پے ایشان بشارت مطلق

و رضوانہ منصب ایشان

برتر انداز ہمہ رضا کیشان

چوں ہمہ مرضی خداوند

چو عزم از عمر و زید پذیرد

ہر کہ باشد پسند خالق پاک

گر نباشد پسند خلق چہ پاک

مطلب ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے صحابہ کرام کو خوشنودی و رضا کی بشارت حاصل ہو چکی ہے تو پھر کسی اور جاہ و منصب کی ضرورت باقی نہیں رہتی اگر انہیں ذیذکر عمر و غیرہ نہ پسند کریں تو نہ سہی جبکہ خالق کون و مکان ان کو اپنی پسندیدگی کا پروانہ دے چکا ہے۔ ہر دے کے لیے یہ کتنی خوش قسمتی کی بات ہے کہ وہ خالق کا منظور نظر اور محبوب اور مرضی بن جائے زبے سعادت۔

ایت ثانیہ:-

الَّذِينَ آمَنُوا وَ هَاجَرُوا وَ جَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْظَمَ حُرِّ جَنَّةِ اللَّهِ وَ أَوْلَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ۔ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَ جَنَّاتٍ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا

إِنَّ اللَّهَ جَدُّكَ أَجْبَرُ عَظِيمٌ

ترجمہ:- جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑ آئے

اور اللہ کی راہ میں اپنے مالی و جان سے لڑے۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے لیے بڑا اجر ہے۔ اور

وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔ ان کا پروانہ گار ان کو

خوشخبری دیتا ہے اپنی طرف سے مہربانی اور رضامندی

کی۔ باغوں کی جن میں وہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں واقعی بہت بڑا ثواب ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایت میں تین چیزوں

کا تذکرہ فرمایا۔ ایمان، ہجرت، جہاد، ان تینوں پر

چیزوں کی ساتھ ساتھ بشارت بھی دے دی۔

رحمت رضوان غلوط فی الجنۃ۔ ایت کریمہ پر

سرسری نگاہ ڈالیئے اور دیکھئے کہ جزا اور صلہ اور

بلکہ کاترتب عمل پر کس بہترین انداز سے سورہ ہے

رحمت ایمان پر مرتب ہے۔ اگر ایمان نہ ہو تو آخرت

میں خدا کی رحمت و مہربانی ہرے کوئی حصہ نہیں مل

سکتا۔ اور رضوان (یعنی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی

اور رضامندی) جو بہت اعلیٰ مقام ہے۔ دوسری

جگہ میں ارشاد فرمایا:-

وَرَضَاؤُاَنِ مِنَ اللَّهِ أَكْبَرُ۔ اللہ تعالیٰ کی رضا ہر نعمت

سے بہت بڑی ہے۔ بعض اللہ والے جنت کی دعا

اسی لیے مانگتے ہیں کہ یہ مقام رضا ہے۔ اس بشارت

کا ترتب جہاد پر ہو رہا ہے۔ گویا یہ رضوان جہاد

فی سبیل اللہ کا صلہ ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ تمام

نفسا فی خواہشات و تعلقات ترک کر کے خدا کے

رستے میں جان و مال نثار کرنا ہے اور خدا کی خوشنودی

اور رضامندی حاصل کرنے کے لیے حق من و دین

کی قربانی پیش کرتا ہے۔ لہذا اس کا صلہ بھی انتہائی

ہونا چاہئے اور وہ حق تعالیٰ شانہ کی رضا کا مقام

ہے۔ اور خلود فی الجنۃ کا ترتب ہجرت پر ہو رہا

ہے۔ ہجرت وطن عزیز خویش و اقارب اور گھر چھوڑنے

کا نام ہے۔ بدیں و بد مہاجر کو خوشخبری دی گئی کہ تیرے

وطن سے بہتر وطن اور تیرے گھر سے بہتر گھر تیرے سامنے

سے بہتر سامان تیرے مال و متاع سے بہتر اسباب تم کو

ملے گا۔ جس میں اعلیٰ درجہ کی آسائش و راحت کی زندگی نصیب

ہوگی۔ جس سے کبھی بھی کسی ذلت بھی ہجرت کرنا کی خواہش نہ

احکام متعلقہ عبادات و معاملات

(۲)

احکام قاری محمد ابراہیم صاحب
مسجد لکھنؤ ولی شیر الی

(س) بعض شہروں میں دستور ہے کہ جمعہ کے بعد مسلمان تاجر صبح سے دوکان نہیں کھولتے جمعہ کی نماز سے فراغت پانے کے بعد کاروبار شروع کرتے ہیں نماز جمعہ تک تجارت وغیرہ بند رکھنے کا شرعی حکم ہے یا کوئی اور وجہ ہے۔

(ج) چونکہ جمعہ کا دن عبادات کے لیے مخصوص ہے اور یہ ایک قسم کی عید ہے اس لیے کپڑے اور بدن کی صفائی اور زینت کے انتہام و انتظام کے لیے دنیاوی کام کو بند رکھنا مناسب ہے۔ ورنہ دنیوی کاروبار میں مشغولیت کے باعث نماز کے وقت یا اس میں دیر ہو جانے کا خطرہ ہے لیکن اس روز خرید و فروخت کرنا شرعاً جائز ہے۔ البتہ جمعہ کی اذان ہو جانے کے بعد جب تک نماز نہ ہو جائے خرید و فروخت اور تجارت مکروہ تحریمی یعنی (قریب الحرام) ہے اذان سنتے ہی دینا دینی کاروبار چھوڑ کر نماز کی تیاری کرنا ضروری ہے۔

(آیت) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمٍ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۗ

(ترجمہ) اے مسلمانو جب جمعہ کے دن تم کو نماز کے لئے بلایا جائے (یعنی اذان دی جائے) پس دوڑو فکر اللہ دینی نماز کی طرف اور (اس وقت) خرید و فروخت چھوڑ دو۔ (سورۃ جمعہ رکوع ۲) میں۔ ایک شخص کے انتقال کے وقت اس کے ماں باپ بھی موجود ہیں۔ اور اولاد بھی ہے۔ اس صلوٰۃ میں مرنے والے کی جائداد میں سے اس کے ماں باپ کو کس قدر حصہ ملے گا۔

(ج) بیعت کے درثناء میں اگر اولاد بھی ہو اور ماں باپ بھی تو اس کے کل مال میں سے چھٹا حصہ باپ کو اور چھٹا حصہ ماں کو پہنچتا ہے یعنی دونوں کا حصہ مل کر کل جائداد اور مال کا ایک تہائی ہوگا۔

(آیت) وَلَا يُوْثِقُ يَدَیْهِمْ وَلَا جُنُوبُهُمْ الشَّدَءُ مِنْ مِّمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ (سورۃ النساء رکوع ۲)

(ترجمہ) اور مرنے والے کے ماں باپ کے لیے دھنوں میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے۔ اس چیز کا کہ چھوڑ گیا ہے (مرنے والا) اگر ہو واسطے میت کے اولاد (یعنی یہ حکم جب ہے کہ مرنے والے کے اولاد بھی موجود

ہو۔ یعنی بیٹا یا بیٹی یا پوتا۔ اگر اولاد نہ ہو تو ماں باپ کو چھٹے حصہ سے زیادہ ملتا ہے۔ (س) اگر کوئی عورت مر جائے تو اس کے شوہر کو اس کے مال سے کس قدر میراث ملے گی۔

(ج) اگر مرغیائی کی کسی قسم کی اولاد موجود نہیں ہے تو شوہر کو مال و جائداد کا نصف حصہ پہنچتا ہے اور اگر کسی قسم کی اولاد (لوہا لڑکی پوتا) ہو تو (خواہ اس شوہر سے ہو یا پہلے شوہر سے) تب اس کے شوہر کو کل مال متروکہ میں سے چوتھائی حصہ ملے گا۔

(آیت) وَ لَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ نَهْءٌ وَلَكُمْ جِزَانٌ كَانَ لَكُمْ وَلَكُمْ فَلَكُمْ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَتُمْ (سورۃ نساء رکوع ۲)

(ترجمہ) اور (اے مردو) تمہارے لیے اس چیز کا نصف مال و جائداد جس کو تمہاری بیویاں چھوڑ گئی ہوں۔ نصف حصہ ہے۔ اگر ہوا ان کے لیے کوئی اولاد۔ پس اگر ہو ان کے لیے کوئی اولاد تو تمہارے لیے اس چیز کا جس کو چھوڑ گئی ہیں چوتھا حصہ ہے۔

(س) اگر شوہر مر جائے تو زوجہ کو اس کے مال میں سے کس قدر حق پہنچتا ہے۔

(ج) اگر مرنے والے کی اولاد نہ ہو (بیٹا نہ بیٹی نہ پوتا) تو زوجہ کو چوتھا حصہ۔ اور اگر اولاد ہو (اس زوجہ سے ہو یا دوسری سے) تو زوجہ کو آٹھواں حصہ ملے گا۔

(آیت) وَلَهُنَّ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَتُمْ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ وَلَكُمْ جِزَانٌ كَانَ لَكُمْ وَلَكُمْ فَلَهُنَّ النُّصْرُ مِمَّا تَرَكَتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّتِهِنَّ قَوْمُوهُنَّ يَهْتَسِبْنَ (سورۃ نساء رکوع ۲)

(ترجمہ) اور وہیں چیز میں سے جو تم نے چھوڑی ہو بیویوں کے لیے چوتھائی حصہ ہے۔ اگر تمہاری اولاد نہ ہو۔ پس اگر تمہاری اولاد ہو تو بیویوں کے لیے ترکہ کا آٹھواں حصہ ہے (اور میراث کا یہ حکم اس وصیت کے جاری کرنے کے بعد ہے جو تم کر گئے ہو۔ اور قرض ادا کرنے کے بعد بھی قرض

نہ مگر وصیت صرف ثلث ہی جاری ہوتی ہے۔ اگر وصیت میں ثلث مال سے زیادہ خرچ ہوتا ہو تو وارثوں کو اختیار ہے۔ پورا کریں یا نہیں۔

کی ادائیگی وصیت کا برابر تقسیم میراث پر مقدم ہے۔

(س) والدین کی تقسیم و تکسیم کے متعلق شریعت کے کیا احکام ہیں۔

(ج) ماں باپ کی تقسیم و تکسیم اور خدمت گذاری کے احکام بکثرت صحیح احادیث میں موجود ہیں۔ قرآن مجید میں بھی اس کا صاف حکم ہے۔

(آیت) وَ قَضَىٰ تَرْتِیْکَ اَلَا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاکَ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ط

اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَکَ الْکِبَرُ اَحَدُہُمَا اَوْ کِلَاہُمَا فَلَا تَقْلُ لَہُمَا اُیُّتٌ وَلَا تَقْرَبَاہُمَا وَ قُلْ لَّہُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا ۝ (سورۃ نبی اسرائیل ۳)

(ترجمہ)۔ اور تیرے پروردگار نے یہ حکم دیا ہے کہ نہ عبادت کرو۔ مگر اسی کی (یعنی اللہ کی) اور والدین کے ساتھ احسان کرو۔ اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچیں تو ان کو اُت بھی نہ کہہ اور مت ڈانٹ ان کو اور ان کے ساتھ تقسیم سے بات کرو۔

(س) یعنی اگر تیرے سامنے ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر زندہ رہیں تو ان کو اُت نہ کہنا۔ کیونکہ ان کے احسانات کے مقابلہ میں بھی گستاخی تصور ہوگی۔ جیسا اکثر نوجوانانہ انداز نو عمر اپنے بزرگوں کے قول و فعل سے ناراض ہو کر گستاخانہ کلمات کہہ دیتے ہیں یا جھڑکتے اور ڈانٹنے لگتے ہیں۔ بلکہ ان کے ساتھ نرمی اور تقسیم کا معاملہ اور گفتگو کرو۔ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

اللہ کی رضا باپ کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔ (ترمذی)

(س) فرمایا کہ جو شخص ماں باپ کا نافرمان ہو۔ اس کے لیے جنت کے دروازے کھلے رہتے ہیں۔ اور جہاں باپ کا نافرمان ہو۔ اس کے لیے دوزخ کے دروازے کھلے رہتے ہیں اور فرمایا کہ والدین کی نافرمانی کیبیرہ گناہ ہے۔ جب تک والدین معاف نہ کریں۔ معاف نہیں ہوتا اور مرنے سے پہلے دنیا ہی میں اس کی سزا ملتی ہے۔

تفسیر قرآن کیا ہے؟ (حصہ ۱)

کی طرح سارے تیرہ سو سال تک ہر قسم

کی تحریف سے پاک رہی ہو۔

پہلی تمام آسمانی کتابیں تحریف ہو چکی ہیں۔ کیونکہ یہ آخری کتاب ہے۔ اس لیے یہ تحریف سے پاک رہے گی۔ اس کی آیات مضبوط و محکم ہیں۔ اس کی ہر بات سچی ہے۔ الفاظ اس لیے کہ ہمیشہ تبدیلی و تحریف سے محفوظ رہیں گے۔ علوم اس لیے کہ تمام عقل و حکمت کے موافق ہیں حکام اس وجہ سے کہ آئندہ کوئی دوسری ناسخ کتاب آنیوالی نہیں۔ اخبار و قصص اس واسطے کہ ٹھیک ٹھیک واقعہ کے مطابق ہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ خدا نے عظیم و حکیم نے ان کو اپنے کامل علم کے زور سے اتارا ہے۔

مقصد قرآن کتاب ہے جو رب العالمین نے عالم کی ہدایت اور تربیت کے لیے اتاری۔ اس کتاب کے اتارنے کا مقصد بھی اس قدر اعلیٰ و ارفع ہے جس سے جہنم تو کوئی مقصد نہیں ہو سکتا۔ وہ یہ کہ خدا کے حکم و توفیق سے تمام دنیا کے لوگوں کو خواہ وہ عرب ہوں یا عجم۔ کلمے بول یا گورے۔ بادشاہ ہوں یا رعایا۔ سب کو ہدایت و اہدایہ کی کھلا ٹوپ اندھیروں سے نکال کر معرفت و بصیرت ایمان اور انقیاد کی روشنی میں کھڑا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ خدا کا نیا ہونا راستہ اس کے مقام رضائے پہنچانے والا ہے جو لوگ ایسی کتاب نازل ہوئے کے بعد کفر و شرک۔ جہالت و منکرات کی اندھیروں سے نہ نکلیں ان کو آخرت اور دنیا میں سخت عذاب اور ہلاکت خیز مصیبتوں کا سامنا کرنا ہے۔

تائید قرآن قرآن کریم دل کی قنارت دور کرنے کا بڑا قوی نسخہ ہے۔ اور دل میں فساد پیدا کرنے کے لیے نہایت روشن مفتح ہے۔ اس کے پڑھنے سے دل پر خوف طاری ہوتا ہے۔ رزق کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ذکر الہی سے دل نرم ہوتے ہیں۔ اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے۔ پڑھنے والا خدا سے ہمکلام ہوتا ہے۔ جہالت کے مشاہدے سے خوف اور جہل کے مشاہدے سے سکون پیدا ہوتا ہے۔ معرفت ربانی اسرار شد و اصلاح کی طرف رہبری کرتا ہے۔ اور طالب خیر کا ہاتھ پکڑ کر نیکی اور تقویٰ کی منزل پر پہنچا دیتا ہے۔

مقام حسرت و افسوس سے کماؤمی کے دل پر قرآن کا کچھ اثر نہ ہو۔ حالانکہ قرآن کی تاثیر اس قدر بڑھتی اور قوی ہے کہ اگر وہ پہاڑ جیسی سخت چیز پر اتارا جاتا اور اس میں سچا کا وہ ہوتا ہے۔ تو وہ بھی منظم کی عظمت کے سامنے دب جاتا۔ اور اسے خوف کے پھٹ کر یاد یاد ہو جاتا۔ قرآن کی بزرگی اور عظمت شان کا کیا کہنا جس نے اگر سب کتابوں کو منسوخ کر دیا اور اپنی اعجازی قوت اصلاح و ہدایت و معارف سے دنیا کو جو حیرت نہادیا۔ یہ وہ کلام ہے کہ جنات بھی اس کو سن کر یہ کہنے پر مجبور ہو گئے:

بے شک ہم نے عجیب قرآن سنا

ہے جو ہدایت کا راستہ بتاتا ہے۔ سو

ہم اس پر ایمان لائے۔

قرآن انقلابات عظیم لے کر آیا اور لوگوں کے فکر و خیال دل و دماغ اور عزائم و اعمال پر اس قدر اثر انداز ہوا کہ انسانیت کی کاپیٹ کچی۔ خور و شک و اور مطالعہ و نظر کی دنیا بیکسر بدل گئی۔ اس نے نہ صرف قوموں کے رجحانات کو یکسر بدل ڈالا بلکہ افراد کی نفسیات تک تبدیل کر دیں۔ انہیں حریت فکر و نظر سے فادار۔ اور انسانیت کے مقام کو اعلیٰ ترین کر دیا۔

مضامین قرآن اس کتاب میں تہذیب۔ اخلاق۔ حاکمیت و سیاست۔ ترقی روحانیت، تحصیل معرفت ربانی، تزکیہ نفس، توبہ و توبہ غرضیکہ وصول الی اللہ اور تعلیم و رہنمائی خلائق کے وہ تمام قواعد و مسائل موجود نظر آئیں گے۔ جن سے آفرینش عالم کی غرض پوری ہوتی ہے۔ اس کے بغیر مخلوق کا خالق سے صحیح تعلق قائم نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کوئی ایک مخلوق دوسری مخلوق کے حقوق کو پہچان سکتی ہے۔ اس میں پہلے لوگوں کے احوال ہیں اور بعد کی خبریں موجود ہیں۔

قرآن عظیم نہ صرف ایک مذہبی اور روحانی رہنمائی کی کتاب ہے۔ بلکہ وہ انسان کی ہر معاشی، اقتصادی، معاشرتی، سیاسی اور بین الاقوامی ضرورت کے لیے مکمل قانون پیش کرتا ہے۔ قرآن حکیم ایک مرتفع خطرات ہے جس میں انسان کے فطری و اعمالی کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ قرآن کے قوانین میں رد و بدل نہیں ہو سکتا اس لیے یہ کیوں کہ ہو سکتا ہے۔ کہ جس قوم یا جماعت کے پاس ایسا مکمل ضابطہ ہو۔ وہ دنیا میں خاسر و ناکام ہو۔ قرآن اقوام عالم کے جملہ اختلافات کو مٹاتا ہے۔ لہذا اسلامی دستور کا مطالعہ نہایت اہم اور ضروری ہے۔ خدا کرے کہ پاکستان میں اس کا نفاذ بہت جلد ہو۔

(۱) اس کتاب میں گمراہوں کے عقائد باطلہ کا رد فرمایا۔

(۲) محمد خوات کی پیدائش کا بیان۔ زمین و آسمان کی تخلیق اور رات دن کا اختلاف۔ عجائبات قدرت سے توجہ پر استدلال۔

(۳) خدا تعالیٰ کے نیک بندوں کی خوبیاں اور ان پر انعام الہی اور نافرمان و سرکشوں کو عذاب کی دھمکیاں۔

(۴) علم الہدیکہ بالہدیت و بالعبادۃ۔ عالم بزرگ قیامت وغیرہ

(۵) علم الاحکام۔ اس میں عبادات معاملات۔ توحید و رسالت مبراہ و معاد کا بیان ہے۔

قرآن کریم میں ۲۵ پیغمبروں کا ذکر ہے۔ اور مندرجہ ذیل اقوام کا مفصل ذکر ہے۔ قوم نوح۔ قوم عاد۔ قوم ثمود۔ قوم ابراہیم۔ قوم لوط۔ قوم فرعون۔ قوم شعب اور اصحاب رس۔ قوم تبع۔ جنہیں خدا کی نافرمانی اور غیر اللہ کی عبادت کرنے

پر مختلف انواع و اقسام کے عذاب دے گئے۔

قرآن میں یہی خبریں ہیں۔ اس نے امم ماضیہ اور سین گذشتہ کی صحیح صحیح خبریں دیں۔

تبلیغ قرآن قرآن حکیم علم الہی کا خزانا ہے۔ انھن صلح نے فرمایا۔ میری طرف قرآن اس لیے بھی کیا گیا ہے کہ میں اس کے ذریعہ ہتھیوں اور ہر شخص کو خداؤں۔ جسے یہ قرآن پہنچے لہذا نبوت قرآن حکیم کا شکر یہ ہے کہ اس کی تبلیغ عام کی جائے۔ چہ چہ رہیں ہر اس کا زور بھلا جائے کسی شخص کے کان اس سے نا آشنا نہ رہیں۔ کوئی دل اس کی تصدیق سے خالی نہ رہے۔ جن علمائے کرام کے سینے علم الہی کے نور سے سمور ہیں۔ وہ اپنی زندگی کے انفات حیرتہ کہ خالق و جبر اللہ تبلیغ و اشاعت قرآن کے لیے وقف کر دیں۔ اور جو لوگ صاحب دولت و ثروت ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ ایسے علماء کی مالی خدمت کریں ان کو ضروریات زندگی سے بے نیاز کر دیں۔

فضائل قرآن قرآن بڑی برکت والی کتاب ہے۔ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو خاموشی سے سنا جائے۔ ایسا کہنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ قرآن کا ایک ایک حرف پڑھنے والے کو دس دس نیکیاں دلاتا ہے۔ قرآن قرآن قرآن سے پڑھنا چاہئے۔ اور تلاوت کرتے وقت اس کی آیات میں تدرؤ و تفکر کرنا چاہئے۔ قرآن سے متبک کرنا چاہئے۔ سنی اسکے احکام پر مضبوطی سے عمل کرنا چاہئے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ مال کو تجارت کے دن ایک عائشہ تاج پہنا رہی تھی جس شخص کے سینہ میں قرآن کا کوئی حصہ موجود نہ ہوگا۔ وہ ایک دیوان گھری کا منہ ہوگا۔ مومن مستعدان خوال خوشبود اور مزہ میں تہنچ کی مانند ہے۔ قرآن میں قدر مشکل ہے اسی قدر آسان بھی ہے جتنا طویل و عریض ہے۔ اتنا ہی مختصر بھی ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن ایک جلد میں جمع کیا گیا۔ یکجہت سے حفاظ اور قراء شہید کر دئے گئے۔ مسلمانو! استعدان سیکھو اور سکھادو اور اس پر عمل کرو۔ دین و دنیا میں مسرور ہو جاؤ گے۔

معا

اے اللہ! اے رحمن! اہم تیری بزرگی اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے دعا مانگتے ہیں کہ تو ہماری نظر کو اپنی کتاب کے نور سے متوجہ کر دے۔ ہماری زبانوں کو اس پر جاری کر دے اور اس کی برکت سے ہمارے دلوں کی تلی دھو کر دے۔ اور ہمارے سینوں کو کھول دے اور ہمارے جھول کے کتابوں کے میل و صودے۔ آمین!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ

رَبِّ الْعَالَمِينَ

مسئولہ

از جناب منظور سعید احمد صاحب جالندھری

فرد ہوا قوم، زندگی گزارنے کے لیے اس کو کچھ اصول وضع کرنے پڑتے ہیں۔ اور کوئی نہ کوئی لائحہ عمل تجویز کرنا ہوتا ہے۔ تاکہ زندگی ایک ضابطے کے تحت بسر کی جاسکے۔

زندگی کے ان وضع شدہ اصولوں اور مجوزہ لائحہ عمل کو مختلف قریب مختلف ناموں سے یاد کرتی ہیں ہندو دھرم کہتا ہے۔ سکھ پنچھ کے نام سے فقیر کرتا ہے۔ اور مسلمان نے اس کے لیے مذہب کا مقدس نام تجویز کیا۔ مذہب ایک مشترکہ لفظ ہے۔ لہذا انھیں کے لیے مسلمانوں کے مذہب کا نام اسلام رکھا گیا۔ مذہب اسلام وہ دستور العمل حیات ہے۔ جس میں مسلمانوں کی روزمرہ کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی رہنمائی کی گئی ہے۔

جس طرح عام زبانوں میں اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرنے کے لیے اور اپنا مطلب اور مقصد اپنے مخاطب کو سمجھانے کے لیے الفاظ نکالے گئے ہیں۔ مثلاً فیض سے مراد ایک سلا ہوا پہننے کا کپڑا ہے۔ روٹی سے آٹہ اور پانی کے مرکب سے آگ پر پکائی ہوئی چیز مراد ہے اسی طرح مذہبی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے بھی کچھ الفاظ مخصوص کئے گئے ہیں۔ جن کی ادائیگی سے ہمارے ذہن میں مختلف مطالب آ موجود ہوتے ہیں۔

اسلام ایک عنوان ہے۔ اس عنوان کی ادب بہت سی سرخیاں ہیں۔ جن کو ایران کہا جاتا ہے مثلاً کلمہ نماز۔ روزہ۔ حج اور زکوٰۃ۔ ان سرخیوں کے ماتحت پھر اور سرخیاں ہیں۔ جو تشریح مطالب اور طریق اظہار کے اختصار کے لیے بنائی گئی ہیں۔ مثلاً وضو۔ حدیث۔ سنت۔ فواہل۔ تقویٰ اور مولوی جیسے الفاظ۔

چونکہ یہ الفاظ اسلام کو سمجھنے یا سمجھانے کے لیے وضع کئے گئے ہیں۔ اس لیے یہ الفاظ اسلام ہی کا حصہ ہیں۔ جو مرکب جتنی اشیاء کی ملاوٹ سے طیار ہوتا ہے۔ اگر ان اشیاء میں سے ایک کی بھی کمی واقع ہو جائے۔ تو مرکب، وہ مرکب نہیں بن سکتا۔ جو ان سب اشیاء کی ملاوٹ سے طیار ہوتا تھا۔ مثلاً سالن میں اگر مرج کی کمی نہ ہو، تو سالن میں وہ لذت نہیں ہوگی۔ جو مرج ڈالنے سے پیدا ہوتی تھی۔ نمک کی کمیگی اور مرج کی کمیگی مل کر سالن کو خوش ذائقہ بناتی ہیں۔ اسی طرح اسلام کی جزئیات میں سے اگر کسی ایک کی بھی کمی کر دی جائے۔ تو اس چیز کی کمی پوری کرنے کے لیے کوئی دوسرا چیز کا دما اور مفید ثابت نہیں ہو سکتا۔ مثلاً جو مطلب وضو کے لفظ سے سمجھا جاسکتا ہے وہ کبھی

حدیث اور سنت یا تقویٰ کے لفظ سے نہیں سمجھا جاسکتا لہذا اب یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ ہر لفظ اپنی جگہ پر نہایت اہم فریضہ ادا کر رہا ہے۔ جو کوئی دوسرا لفظ ادا نہیں کر سکتا۔

اب رہا ان الفاظ کے احترام کا سوال تو ظاہر ہے کہ جس شخص سے محبت ہوتی ہے۔ اس کا نام بھی عزت اور محبت سے لیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس نام کی نسبت اس محبوب مجسمہ سے ہوتی ہے۔ جس سے محبت والبتہ ہوتی ہے۔

ہم مسلمانوں کے لیے جس طرح اسلام قابل بگہ واجب الاحترام ہے۔ اسی طرح اس سے متعلقہ ہر لفظ ہماری طرف سے عزت اور محبت کا مستحق ہے۔ مگر انھوں صد انھوں کہ ایسا ہو نہیں رہا۔

ہم سب کچھ سمجھنے کے باوجود بے سمجھ ہیں۔ اپنی علم ہونے کے باوجود بے علم ہیں۔ اور عقلمند ہونے کے باوجود بے وقوف ہیں۔

لفظ مولوی ایک خالص مذہبی لفظ ہے۔ جس کے مقابلہ میں اسلام میں کوئی دوسرا لفظ نہیں ہے مگر بد قسمتی سے ہم اس خالص مذہبی لفظ کی نہ تو بین کر رہے ہیں کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ حالانکہ تبلیغ اسلام کا اہم فریضہ اس لفظ سے وابستہ ہے۔ اور اس لفظ کے ساتھ جو برتاؤ ہو رہا ہے۔ اس کے بیش نظر تو کچھ بلند حوصلہ اور عالی ظرف لوگ ہی مولوی ہونے یا کہلانے کی چڑاٹ کر سکتے ہیں۔

لفظ مولوی سے مراد قرآن و حدیث کا عالم ہے نہ کہ ڈاڑھی رکھنے والا۔ قرآن و حدیث کا علم رکھنے والا مسلمان مولوی ہے۔ اگر خدا نخواستہ وہ ڈاڑھی نہ بھی رکھتا ہو۔ اور اس کے برعکس قرآن و حدیث سے بے بہرہ مسلمان ڈاڑھی رکھنے کے باوجود مولوی نہیں ہے۔

لفظ مولوی کی قوم میں کے مرکب فقط عوام ہی نہیں بلکہ مشیر اعلیٰ تعلیم یافتہ اور مؤقر روزنامے بھی ہیں۔ جن کا نام اگرچہ ذہن میں محفوظ ہے مگر سپرد قلم کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ آئے دن یہ خبریں شائع ہو رہی ہیں کہ ملال مولوی صاحب نڈال حرکت کا ارتکاب کرتے ہوئے پکڑے گئے۔ حالانکہ اس غریب نے ڈاڑھی ہی رکھی ہوئی ہے۔ اور وہ عالم نہیں ہوتا مگر بلا جواز ہے۔ تو لفظ مولوی کے سر پر آئی ہے۔ ایڈیٹر صاحب جنہوں نے لفظ مولوی کا مطلب نہ سمجھتے

ہوئے اس کی معنوی حیثیت کھو دی۔ اپنی کم علمی اور کم عقلی پر فخر کرتے ہیں۔ اس لفظ پر ظلم کرنا دوسرا کھٹ ہیں۔ حالانکہ ایسی خبروں سے متعلقہ افراد میں سے ہم سے اسلام ایک فیصد ہی بھی نہیں ہے۔ اور اگر ان سے باز رہنے کے لیے کہا جاتا ہے تو جواب ہوتا ہے۔ جی ہمارے مراد ان مولویوں سے نہیں جو نیک ہیں۔ ہمارا مقصد تو ان سے ہم سے جو یہ حرکتیں کرتے ہیں۔ اور اللہ کے بندوں کو پتہ نہیں کہ اس لفظ کی تو ہمیں سے ہمارے مذہبی مبلغ کی توہین ہوتی ہے۔ اور ان مسلمانوں اسلام کا ہمارے اوپر کتنا آسان ہے۔ مگر جو ایک مذہبی فریضہ ہے۔ مولوی صاحبان پڑھاتے ہیں۔ اگر یہ نکاح نہ پڑھا میں تو اولاد حرامی پیدا ہو اور جو نکاح پڑھا میں گا وہ مولوی ہوگا۔ کیونکہ قرآن و حدیث چاہنے والا یقیناً مولوی ہی ہوتا ہے۔

ہمارے معاصرین میں کوئی شخص بھی اپنے لفظ حرامی کا لفظ سننا گوارا نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ اس کی والدہ کی بدعتی کی تشبیر ہے۔ مگر انھوں کہ جس لفظ کا ہمارے معاصرین، ہماری ماؤں اور ہم پر اس قدر اچھاں ہو ہم ہر برائی اسی سے مشوب کرتے ہیں۔ اول تو مشریت اسلام کہ کسی کو سوائے عام کرنے کے حق میں نہیں ہے اور اگر خدا نخواستہ عادت کوئی رک نہ سکے تو کم از کم اتنا تو ضرور کرے کہ اس کو مولوی لکھے یا کہنے کی بجائے اس کا نام لے دیا جائے۔

میرا

یہ ایک خاصانہ مشورہ ہے کہ اول تو اخبارات میں کسی کی بہن۔ بیٹی یا ل کی کسی غیر مرد سے مشوب کر کے کوئی خبر شائع نہ کی جائے۔ کیونکہ ایک تو یہ مشریت اصالیہ کی خلاف ورزی ہے اور دوسرے اصلاح کی بجائے نئے جوانوں کے جذبات کو انجکت ہوتی ہے۔ مجھے اکثر جوانوں کے نام یاد ہیں جو ان باتوں کو دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔ اور اسی سے اخبار پریشانی اور خاص طور پر وہ اخبار خریدتے ہیں۔ جن میں ایسی خبریں ہوتی ہیں۔

(۲) لفظ مولوی سے مشوب کر کے کوئی خبر شائع نہ کی جائے۔ کیونکہ اس سے تو میں اسلام ہوتی ہے۔

دوسرے عوام کی مذہب سے دلچسپی کم ہوتی ہے یہ مشورہ پیش کرتے ہوئے میرے دل میں مولوی سے زیادہ آپ کی خبر خواہی کا جذبہ ہے۔ دین پر علم کرنے سے آپ کی دنیا اور آخرت دونوں کے بارے میں کا خطرہ ہے۔ ہر مولوی یا نہیں ہوتا۔ ممکن ہے جس لوگ ہر اکہر۔ ہے مولی وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہو۔ اس صورت میں آپ آخرت میں اللہ سے زیادہ اس ارشاد کی رو میں آجائیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے اعلان فرماتے ہیں۔ اے خدا جی وہی مفضل اذ عشت بالحدوب و ترجمہ جس غیر سے دوست کو بنا لیں اسکو اعلان جنگ دینا ہوں۔ اللہ کے مقابلے میں جسے ہر عین مزاج نہ ٹھہر سکے ہمارے اور آپ کی کیا مستی ہے وہا علیہا انا ابلاش۔

سفرنامہ یورپ

(۱۴)

مونٹرس - جنیوا - زیورچ - لوسرن (سوئٹزرلینڈ)

(ان خان عبدالحمید خان آف "فیوٹنسٹسٹ" لاہور)

۲۹ جون کو میلان سے صبح ۶ بجے گاڑی پر نکل کر ۱۱ بجے مونٹرس پہنچ گئے۔ وینس کو جاتے ہوئے کچھ اور مناظر سروس و قلب و نظر کا باعث بنے ہوئے تھے۔ اور ادھر کچھ اور ہی منظر تھے۔ وینس کو جانے والا راستہ اونٹ ہوا کرتا ہے۔ مگر یہ علاقہ بیشتر پہاڑی ہے۔ اچھا خاصا سرسبز پانی کی افراط، آبشاریں چابی، مضافات کے چھوٹے چھوٹے گاؤں اگرچہ خوبانہ، کچھریل کی چھتیں گوصاف تھری۔ آج صبح تنگی وقت کے باعث ناشتہ کر سکے تھے۔ اس لیے چلتی ٹرین میں ہی ایک لڑکی ریڑھی لیے ہوئے آئی جس میں چائے وغیرہ موجود تھی۔ ایک ایک گلاس چائے اور کچھ بسکٹ کھا کر الحمد للہ پیسی۔ مونٹرس میں نیشنل ہوٹل میں قیام کیا۔ ہوٹل اچھا ہے۔ مگر کافی گراں۔ اترتے ہی کھانا کھایا۔ ظہر کی نماز پڑھی اور دو بجے کے قریب ٹیکسی لے کر سارے شہر میں گھوم آئے۔

شہر کی سیر :- یہ شہر سمندر کے کنارے پر اور گھڑیوار کی ساخت کے لیے مشہور ہے۔ شہر بڑا ہی خوش منظر ہے۔ ہر طرف پھول ہی پھول۔ اگرچہ تمام علاقہ پہاڑی ہے۔ لیکن پیسینل سڑکیں موجود۔ کہیں ٹریکس جاری ہیں اور کہیں موٹریں اور بسیں گھوم رہی ہیں۔ ایک طرف دس دس پندرہ پندرہ منٹ کے بعد راکٹریاں گزرتی ہیں۔ تو دوسری طرف دھانی چھان۔ ڈھواں اڑاتے جا رہے ہیں۔ غرضیکہ یہاں کی ہر چیز دلکش اور سہی ہے۔ یہ شہر تو چند روز تک رہ کر ہی دیکھنے کے قابل ہے۔

قدیم بندی خانے :- ایک چٹان کی چوٹی پر ہے جسے ستلہ میں وسیع کیا گیا تھا۔ اس میں اس وقت کے حکمرانوں کے فرنیچر اور چند ایک جنگی آلات بھی موجود ہیں۔ قیدیوں کو اذیت دینے کی جگہ اور بندی خانے بھی کچھ۔ یہاں زندہ انسانوں کو کاٹھنڈا کر باندھ دیتے تھے۔ اردہ بچارے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اپنی جان دے دیا کرتے تھے۔ ان کی ایڑیوں کی رگڑ سے کسی جگہوں پر گڑھے سے گئے ہیں۔ جو اس دور کی وحشت و بربریت کی یاد دلاتے ہیں۔

راجر ڈی نانی پہاڑی پر بھی گئے۔ جو مونٹرس سے میل کے فاصلے پر واقع ہے بڑا خوشنما اور پر فریب منظر ہے۔ چونکہ یہ سب زیادہ بلند مقام ہے۔ اس لیے مونٹرس اس کے مضافات کا قابل دید نظارہ ہے۔ یہاں کی

آب دہوا بڑی خوشگوار اور صحت بخش ہے۔ یہی وہ مقام ہے۔ جہاں صحیح معنوں میں خوشبو میں بسی ہوئی ہوائیں چلتی ہیں۔ پہاڑ کی چوٹی پر ایک ریسٹورنٹ میں چائے پی۔ اب شام ہو گئی تھی اور کوئی چیز دیکھنے والی بھی باقی نہ تھی اس لیے واپس آگئے۔ پیرم عبدالحی کے لیے ایک گھڑی درکار تھی۔ چند ایک کی قیمت پوچھی۔ دوکان دار نے کہا کہ یہ اٹلی نہیں ہے کہ مقررہ قیمت میں کمی ہو سکے۔ لیکن اس کے باوجود دس فیصدی کم پر سودا ہو گیا۔ رات سیر کرنے کے بعد اگلے دن صبح بحری جہاز میں جنیوا کو روانہ ہو گئے۔

جنیوا

ہمارا جہاز ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ جا رہا تھا۔ اور سرسبز پہاڑ ایک عجیب و غریب منظر پیش کر رہے تھے۔ جہاز مختلف پندرہ اسٹیشنوں پر ٹھہرا جن میں ایک لوسرن بھی تھا۔ یہ اچھا خاصا پُردوق اور قابل دید مقام ہے۔ ۱۲ بجے کے قریب ہم جنیوا پہنچ گئے۔ کھانا جہاز میں ہی کھالیا تھا۔ جہاز سے اترتے ہی سامنے گھڑی ٹریول کمپنی کی موٹر کوچ میں سوار ہو کر فہر اور دیگر تاریخی مقامات دیکھنے کے بعد ۲ بجے واپس آکر سوس ہوٹل میں قیام کیا۔ یہ ہوٹل ریلوے اسٹیشن کے قریب ہی ایک پُردوقی سڑک پر واقع ہے۔ سامان کھولا۔ ہاتھ منہ دھو کر ظہر کی نماز پڑھی اور سیر کے لیے نکل گئے۔

تار پر چلنے والی ریلوے - چھ سات میل دور فرانس کی

سرحد آہنچی۔ جہاں پاسپورٹ دکھا کر کیبل ریلوے پر سوار ہو گئے۔ یہ فولاد کی تاروں پر ریل کے ڈبے کی طرح بنی ہوئی ہے۔ یہ جگہ فرانسیسی حدود میں واقع ہے۔ ریل کے ڈبے ان فولادی تاروں پر بجلی سے چلتے ہیں۔ اور دو ہزار فٹ بلند پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا دیتے ہیں۔ یہاں ہم نے پورٹ کاٹ خریدے اور فرانس کے ٹکٹ لگا کر انھیں سپرد ڈاک کیا۔

اس ڈبے میں سوار ہو کر دو ہزار فٹ اوپر چڑھنے کا نظارہ بھی عجیب کیفیت رکھتا ہے۔ سواہیوں میں مرد کم لیدیز اور بچے زیادہ تھے۔ جب یہ ڈبہ بلندی کے وسط میں پہنچا تو کئی یڈیز اور بچے نیچے دیکھنے سے ہول سا محسوس کرنے لگے۔ پہاڑی کی چوٹی پر فضا بڑی خوشگوار تھی۔ چند قدم پر سوئٹزرلینڈ کی

حکومت تھی اور ادھر فرانس کی۔ ۵ بجے ریل گاڑی کی سیر کر کے واپس ہوئے اور راستے میں دوکانوں کی سیر کرتے ہوئے ہوٹل پہنچ گئے۔

جنیوا رات میں - مغرب کی نماز پڑھ کر

جنیوا کا منظر شبینہ دیکھنے نکل کر بڑے ہوئے۔ عام دوکانیں اگرچہ بند تھیں۔ لیکن باہر شوکیوں میں بڑے قریب سے سامان آراستہ کو کے سلیقہ سے عجائب خانے کا منظر بنا رکھا تھا۔ رنگ رنگ سائن بورڈوں کی جگہ جگہ بڑی پر لطف تھی۔ جنیوا کا ایک ایک بازار اور گی ویکسی۔ یہاں سے ہم سمندر کی طرف چلے گئے۔ بجلی کے لاکھوں ٹیلوں کی قطار در قطار روشنی ایک عجیب و غریب حلقہ بنائے ہوئے تھی۔ گرمی کافی تھی۔ سیکڑوں دن و مرد جاگتے پہنے اپنی اپنی بوھن میں مست چہل بازیوں میں مصروف تھے۔ چونکہ سب ایک ہی حمام میں نہلتے تھے اس لیے ایک دوسرے کی موجودگی کو کوئی محسوس ہی نہیں کرتا تھا۔

یہ چھوٹا سا ملک بین الاقوامی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ سمندر سے بہت دور ہے اور چاروں طرف یورپ کی بڑی بڑی ریاستوں میں گھرا ہوا ہے۔ لیکن سب ریاستوں سے اس کے تعلقات خوش گوار ہیں۔ یہاں پر چار سڑکاری زبانیں ہیں۔ جرمنی۔ فرانسیسی۔ اطالوی اور رومنس۔ اور ان زبانوں کے بولنے والے علحدہ علحدہ محسوس میں قیام پدیر ہیں۔

کوئلہ اور لوہا یہاں نہیں ملتا بلکہ باہر سے منگوا لیا جاتا ہے۔ پہاڑی تندی ٹالوں سے بجلی پیدا کی جاتی ہے جو کارخانے چلائے اور گھر ٹیو ضروریات کے لیے کافی ہے۔ کھانے پینے کی اشیاء بھی باہر سے منگوائی جاتی ہیں۔ دوسری عجیب بات یہاں کے بنک ہیں جن کی تعداد ۳۹۳ ہے۔ گویا ہر تیرہ سو آدمیوں کیلئے ایک بنک ہے۔ یہ بنک یہاں کے تاجروں اور متاعوں کی ہر ممکن مدد کرتے ہیں جس سے یہاں صنعت و حرفت کا بازار گرم ہے۔ گھڑیاں بنانے کے کارخانے دیکھنے کا وقت نہ تھا۔ جو زیادہ تر برن میں ہیں۔ تاہم یہ صنعت یہاں بہت ترقی پر ہے۔ اور سیالکوت میں بھی کمپنیاں سامان جیسے ہر گھر میں تیار ہوتا تھا ایسے ہی یہاں گھڑیوں کے پورے بنانے کا کام ہے اور لاکھوں کاریگر اس صنعت سے اپنا پیٹ پاتے ہیں۔ یہاں کے باشندے نہایت شائستہ اور مذہب ہیں اور اپنے حسن اخلاق سے لوگوں کو اپنا کردار بناتے ہیں۔ خود پُر امن ہیں اور یہی باعث تھا کہ دوسری جنگ عظیم میں جبکہ جرمنوں نے سارے یورپ کو روندنا سوئٹزرلینڈ بالکل محفوظ رکھا اور یہاں کے کارخانے امن کے زمانے کی طرح کام کرتے رہے۔

یہاں ایک اور حیرت نا منظر دیکھنے میں آیا کہ سمندر میں ایک فوارہ بنا کر اس میں بجلی کی روشنی کی ہوئی تھی۔ جس میں چار سو فٹ کی بلندی تک پانی اچھل کر عجیب و غریب منظر پیش کر رہا تھا۔

بقیہ پیام انسانیت :- مسئلہ سے آگے

اس کے لئے تنگ اور دفتر کے دفتر کے لئے کم۔ اور جب دوسروں کی ضروریات پر سوچتے ہیں تو ساری علم معاشیات کی قابلیت (ECONOMICS) کا کمال اس کے مختصر کرنے میں صرف کر دیتے ہیں جب تک یہ رجحان نہیں بدلتا انسانیت کو اسی رہنے کی پیغمبر دلوں میں انجکشن لگاتے ہیں۔ لوگ باہر کی ٹیپ ٹاپ کرتے ہیں۔ اور اسی پر سارا زور صرف کرتے ہیں۔ پیغمبر اندہ کے گھن کی فکر کرتے ہیں۔ آج ساری دنیا میں یہی ہو رہا ہے۔ انسانیت کا درخت اندہ سے خشک ہوتا چلا جا رہا ہے۔ کمیٹر اس کے گودے کو کھلے چلا جا رہا ہے۔ لیکن زمانہ کے بقراط اور پوسے پانی چھڑکوا رہے ہیں۔ درخت کے اندہ سرسبز اور اس کے نشوونما کی جو قوت تھی وہ ختم ہو چکی ہے لیکن پتوں کو سرسبز کرنے کے موبائیں (GASES) پینپائی جا رہی ہیں۔ پانی چھڑکا جا رہا ہے۔ کن خشک پتے ہرے ہوں۔ پیغمبروں نے انسان کو انسان بنانے کی کوشش کی۔ انہوں نے اسے ایمانی انجکشن دیا اور کہا اے بھوتے ہوئے انسان اپنے پیدا کرنے والے کو پہچان اور سوتے جاگتے چلتے پھرتے اسے نگران مان۔ "لَا تَاْخُذْکَ سِنَتْکَ وَلَا ذَمَمٌ" نہ اس پر اونگھ کا غلبہ ہوتا ہے نہ اسے فینڈا آتی ہے۔

انسانیت کے صحیح نمائندے

کے قلب جبکہ سے محبت کا چشمہ نہ اُبلے۔ جب تک دل کے اندر ایثار کا جذبہ پیدا ہو انسانیت کی اصلاح ناممکن ہے۔ بس وہ ایسی انسانی تربیت کرتے ہیں کہ سر میں بھائی کے لئے ایثار اور تکلیف اٹھانے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ شخص قانون سے دنیا کا علاج نہیں کرتے بلکہ وہ انسان کے اندہ حقیقی انسانیت۔ انسانیت کا جوہر پیدا کرتے ہیں۔ وہ ایسی قوم پیدا کرتے ہیں جو صحیح انسانیت کا مظاہرہ (DEMONSTRATION) کر کے یہ ثابت کر دیتی ہے کہ ہم مدہ پیٹ اور سر کے غلام نہیں۔ وہ زبان حال سے اعلان کرتی ہے کہ وہ حکم پرست، شوق پرست، دولت پرست، بادشاہ پرست یا اہل دعبال پرست نہیں۔ جب تک ایسی قوم سامنے نہیں آتی۔ انسانیت کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔

اگر کسی ملک میں ایسی قوم پیدا ہوتی ہے کہ سب کو نفع پہنچائے اور خود کو بھول جائے، تو وہ انسانیت کو سدھار سکتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ بڑے بڑے انسانیت کے خیر خواہ گذرے ہیں۔ لیکن کسی نہ کسی اسٹیج پر آپ یہ پائیں گے کہ انہوں نے بالآخر اپنا انتظام کر لیا۔ ایسے بے شمار قوم کے سیوک گذرے ہیں۔ جنہوں نے قومی سدھار کا کام بڑی

مشکلات میں شروع کیا چلیں کاٹیں۔ لیکن بالآخر جیل سے نکل کر حکومت کی کرسیوں پر جا بیٹھے ان کا یہ حق تھا۔ انہیں مبارک ہو۔

پیغمبروں کی زندگی

لیکن اللہ کے پیغمبر چلے گئے۔ انہوں نے دنیا کے آرام کی خاطر اپنا عیش چھوڑ دیا۔ انہوں نے سو فیصدی دوسروں کے فائدے میں بے آرام زندگی گزاری اور ایک فیصدی بھی اپنا فائدہ نہیں اٹھایا۔ وہ اور ان کے صحابی اور ساتھی جہاں سے گذرے دنیا کو نہال کر دیا۔ دنیا آج تک ان کے دکائے ہوئے باغ کا پھل کھا رہی ہے۔ جسے انہوں نے اپنے خون سے سنبھالا تھا۔ جو دوسروں کے گھر میں چراغاں کر گئے۔ لیکن ان کے گھر میں دنیا سے جاتے وقت اندھیرا تھا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کی ہوئی ریشمی جھوپڑوں اور شاہی محلوں میں کیساں جگہ گئی لیکن جاتے ہوئے ان کے گھر کا چراغ مانگے ہوئے تیل سے جل رہا تھا۔ حالانکہ مدینہ کے سینکڑوں گھروں میں انہیں کا جلا یا ہوا چراغ جل رہا تھا۔ آپ فرماتے تھے

نحن معشر الانبیاء لا نؤث ولا نفوسنا ما ترکنا احد قتر" (ہم پیغمبر نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے۔ ہم جو کچھ چھوڑیں وہ سب غریبوں کا حق ہے) اس سے بڑھ کر آپ کا ارشاد تھا۔ جو کوئی مر گیا اور وہ کچھ ترکہ چھوڑ کر گیا۔ وہ اس کے ورثہ کو مبارک ہو۔ ہم اس سے ایک پیسہ نہیں لیں گے۔ لیکن اگر کوئی قرض چھوڑ کر گیا ہے تو وہ میرے ذمہ ہے اسے میں ادا کروں گا۔ کیا دنیا کے کسی بادشاہ یا قائد نے یہ نمونہ چھوڑا ہے۔ آپ کی زندگی انسانیت کا شاہکار ہے۔ آپ دنیا کے سامنے ایسا نمونہ پیش کر گئے جس میں سولے ایثار و محبت اور دوسروں کے غم میں گھٹنے کے کہیں اپنا دتی برابر فائدہ نظر نہیں آتا۔ آپ عرب کے واحد بادشاہ تھے۔ دلوں پر ان کی بادشاہی تھی۔ لیکن دنیا سے دامن بچے ہوئے بے منت چلے گئے۔ آپ ہی نہیں بلکہ جو جتنا آپ سے قریب تھا اتنا ہی وہ خطرے سے قریب اور فائدے سے دور تھا۔ اپنے گھر والیوں سے علی الاعلان کہہ دیا۔ اگر دنیا کی بہار اور عیش چاہتی ہو تو ہم تم کو کچھ دے دلا کر اچھی طرح سے تمہارے گھروں کو رخصت کر دیں گے۔ تم وہاں واپس جاؤ۔ اور راحت و آرام کی زندگی گزارو اور ہم سے نارغ خطی لے لو۔ ہمارے ساتھ نہیں رہنا ہے تو دکھ درد تنگی ترشی برداشت کرنا ہے۔ یہی اس گھر کا تحفہ ہے اور اسی پر اللہ کے ہاتھ ہیں انعام ملے گا۔

ہم چاہتے ہیں کہ پھر بھی زندگی عام ہو انسانیت

کی بے لوث خدمت اور بے غرض محبت کا رواج ہو۔ پھر دوسروں کے نفع کے لیے اپنے نقصان کو ترجیح دی جائے۔ پھر ایسی قوم پیدا ہو جو خطرے کے موقع پر پیش پیش اور نفع کے موقع پر ہند دور نظر آئے۔

خواہشات کی تسکین سکون کا راستہ نہیں

آج دنیا کی ساری ریاستیں دھوکہ میں اس محود پر گھوم رہی ہیں کہ قوموں اور طبقات کو ہر طرح سے مطمئن کیا جائے۔ اور خواہشات کی تسکین کی جائے۔ لیکن مانیان فرنگ! یہ اصلاح و تسکین کا راستہ نہیں۔ یہاں ایک فرد کی خواہشات بھی پوری ہونا مشکل ہے۔ خواہشات کا یہ حال ہے کہ وہ لاتنا ہی ہیں۔ اور دنیا کا یہ حال ہے۔ کہ وہ محدود اور مختصر اندہ کروڑوں انسانوں میں مشترک ہے۔ واقعات کی دنیا میں اگر دیکھتے تو اس دنیا میں درحقیقت ایک آدمی کی منہ مانگی خواہشات کو بھی پورا کرنے کی گنجائش نہیں۔ یہاں کسی لہو لہوس کی ہوس پوری نہیں ہو سکتی۔ یہاں نفس کی تسکین کا خواہش مند پکار پکار کر کہہ رہا ہے

دریائے معاشی تک آبی سے ہوا خشک میرا سردا من بھی ابھی تر نہ ہوا تھا آج دنیا کے بڑے بڑے رہنما یہ کہہ رہے ہیں کہ انسانی خواہشات سب جائز اور فطری ہیں۔ سب کو پورا ہونا چاہیے۔ اور اسی پر ساری دنیا میں عمل ہو رہا ہے۔

یہی بنیادی غلطی ہے خواہشات کی تسکین اور تکلیف سے انسانیت کی تنفی نہیں ہو سکتی۔ خواہشات کی تسکین سے خواہشات میں کمی اور قلب میں سکون پیدا نہیں ہوگا۔ یہ تو سمندر کا کھاری پانی ہے جس قدر اس سے پیاس بجھائیے گا پیاس بھرے گی۔ آج ساری دنیا کی حکومتیں ادارے اور تہذیبیں اسی فلسفے کے مطابق کام کر رہی ہیں کہ انسانوں کی صحیح غلط خواہشات کی تسکین کا سامان کیا جائے۔ قریں۔ جلیقے۔ جمہور اور افراد جو کچھ مانگیں ان کو دیا جائے۔ اس سے سکون پیدا ہوگا۔ امن قائم ہوگا۔ لیکن نتیجہ بالکل الٹا ہے۔ آج ہر طرف آگ لگی ہوئی ہے۔ دل کی لگی کسی سے بچتی نہیں۔ خواہشات کا ایک آلاؤ چل رہا ہے۔ اور اس میں ہر قوم ایندھن ڈالتی چلی جا رہی ہے۔ اور اس کو ہوا دے رہی ہے۔ آج اس کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے ہیں۔ اور قزول اور کلک کی طرح لپک رہے ہیں۔ آج دھوکہ دہا الناس دھوکہ دہا کھانا کھانے اور کھانے اور پھر ہیں، کا منظر نظر آ رہا ہے۔ لوگ اسکی شکایت کرتے ہیں مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ آگ کس نے جلائی دیا آگ کس نے روشن کیا۔ اس پر تیل کس نے چھڑکا اس میں ایندھن کس نے ڈال دیا ہے خواہشات کی تکلیف اور تسکین کے راستہ کا یہی انجام اور

پچول کا صفحہ

حضرت خواجہ علی بھیری رحمۃ اللہ علیہ

(از خادمین)

بچو! آج ہم تمہیں حضرت خواجہ علی بھیری کے متعلق کچھ بتانا چاہتے ہیں۔ وہ بہت بڑے دلی اللہ تھے۔ تم میں سے جو بچے لاہور کے رہنے والے ہیں۔ یا جو کہ کبھی لاہور آنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ وہ تو ان کے نام سے واقف ہو گئے۔ عام لوگ ان کے مزار کو دربار صاحب اور ان کو داتا گنج بخش کہتے ہیں۔ دربار صاحب کا لفظ غالباً سکھوں سے لیا گیا ہے۔ انہیں یاد ہوگا کہ امرت سر میں سکھوں کے سب سے بڑے گوردوارہ کو دربار صاحب کہتے ہیں۔ اگر یہ خیال درست ہے تو ہمارے نزدیک یہ حضرت خواجہ علی بھیریؒ کے مزار مبارک کی توہین ہے۔ آپ کے مزار مبارک پر ہر وقت اللہ کی رحمت نازل ہوتی رہی ہے اور سکھوں کا دربار اس سے محروم ہے۔ اگرچہ وہاں غیر اللہ کی پوجا نہیں ہوتی۔ لیکن چونکہ اسلام کے احکام کے مطابق ذکر الہی بھی نہیں ہوتا اس لیے وہ رحمت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح داتا گنج بخش کا لقب بھی آپ کے لیے تجویز کر دیا گیا۔ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ حسین الدین چشتی بھیری رحمۃ اللہ علیہ جب لاہور تشریف لائے تو انہوں نے آپ کے مزار کے پاس ایک حجرہ میں چلہ کیا یہ حجرہ اب تک محفوظ ہے۔ چلہ سے فارغ ہونے کے بعد

خواجہ بھیریؒ نے آپ کی شان میں یہ شعر فرمایا۔
گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پر کمال کمالاں را راہنا
خواجہ بھیریؒ نے آپ کے گنج بخش کا لقب تجویز فرمایا مگر معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں کسی نے داتا کا لفظ بڑھا کر اس کو داتا گنج بخش بنا دیا۔ داتا فقط اللہ کی ذات ہے۔ حضرت خواجہ علی بھیریؒ کی ولادت شہر میں بھویہ میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم کا نام حضرت سید عثمان زبیدی الحسنی تھا۔ وہ غزنی کے حسنی سادات میں سے تھے۔ چونکہ آپ کی پیدائش اپنی تفصیلات کے ہاں بھویہ میں ہوئی تھی۔ اس لیے اسم گرامی کے ساتھ بھیری کی اضافت بھی کر دی گئی۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ شیخ طریقت خواجہ ابوالفضل حقانی کو اپنا پیر و مرشد تسلیم کرتے ہیں ممالک اسلامیہ کی سیاحت کے بعد آپ شیخ طریقت کے حکم سے اسلام آباد (پاکستان) میں پنجاب تشریف لائے اور لاہور میں رہائش اختیار فرمائی۔ آپ کے لاہور آنے کے متعلق مختلف باتیں بیان کی جاتی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ صحیح وہ ہے جو عام طور پر مشہور ہے۔

کہتے ہیں کہ جب آپ کے پیر نے آپ کو پنجاب آنے اور لاہور میں قیام کرنے کا حکم دیا۔ تو آپ نے عرض کی کہ میرے پیر بھائی حضرت سید محمد حسین زنجانیؒ وہاں موجود ہیں۔ میرا وہاں جانا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن پیر نے فرمایا کہ جو حکم دیا گیا ہے۔ اس کی تعمیل کرو۔ چنانچہ آپ لاہور تشریف لائے۔ جب آپ شہر میں داخل ہو رہے تھے تو ایک جتناہ دیکھا۔ دریافت کرتے پر معلوم ہوا۔ کہ یہ حضرت زنجانیؒ کا جنازہ تھا۔ اس وقت پیر صاحب کے حکم کی حکمت سمجھ آئی۔ یہ خاندان غزنی کا رہا تھا۔ ہندوستان میں بہت دور راہپوتوں کا دور حکومت تھا۔ آپ نے ۲۲ - ۳۵ سال تک لاہور میں اسلام کی روشنی پھیلائی۔ اور یہیں شہرہ میں وصال فرمایا۔ بے شمار لوگ آپ کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے۔ ان میں لاہور کے نائب حکم یعنی گورنر راجہ بھی تھے جو مسلمان ہوئے۔ ان کے نام سے شہرہ حضرت خواجہ کی تاریخ وصال ۹ محرم الحرام ہے۔ لیکن عرس ۱۹ - ۲۰ صفر کو منایا جاتا ہے۔ بچو! آپ نے دیکھا۔ کہ اس زمانہ میں جب نہ ریل تھی نہ موٹر اور نہ جوائی جہاز۔ حضرت خواجہ علی بھیریؒ نے کتنا لمبا سفر محض تبلیغ اسلام کے لیے پا پیادہ طے کیا۔ انہوں نے اللہ کے دین کے لیے اتنی تکلیف فرمائی۔ اللہ نے ان کا نام نامی قیامت تک کے لیے زندہ کر دیا۔ آج ہم نو سو سال کے بعد بھی ان کا نام عزت سے لیتے ہیں۔ اسی طرح قیامت تک ان کا نام عزت سے یاد جائے گا۔ (باقی صفحہ پر)

مدیر:
عبدالحق چوہا

ہفتہ وار اخبار

ہفتہ وار اخبار

سالانہ گیارہ روپے
ششماہی پچھروپے

جلد ۱

شمارہ ۲۲۸

۱۰
۲۰
۳۰

ڈھاکہ۔ ۲ اکتوبر۔ پاکستان کے وزیر خارجہ مسٹر حمید الحق چودھری نے آج یہ توقع ظاہر کی ہے کہ انتخابی کمیشن تین ہفتے تک مقرر کر دیا جائیگا آپ نے یہ خیال ظاہر کیا کہ اس سال کے آخر تک آئین تیار ہو جائے گا۔ اور ملک کے عام انتخابات ۱۹۵۶ء کے موسم سرما میں شروع ہو جائیں گے۔

کراچی۔ ۳ اکتوبر۔ دستور ساز اسمبلی میں آج دفعہ ۹۲ الف کی جگہ گورنٹ آف انڈیا ایکٹ میں ایک نئی دفعہ کا اضافہ کرنے کے لیے ایک بل پیش کر دیا گیا۔

لاہور۔ ۴ اکتوبر۔ دریائے راوی اور دریائے چناب میں پانی کی سطح بلند ہو رہی ہے۔

ڈھاکہ۔ ۴ اکتوبر۔ محاذ آزادی کشمیر نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ جوں و کشمیر کے چالیس لاکھ باشندوں کو آزاد کرانے کا کوئی فیصلہ کن اور قطعی اقدام کیا جائے۔

لاہور۔ ۴ اکتوبر۔ مسٹر کنیر کے محل میں ناخبر کے خلاف احتجاج کرنے کے لئے عبدالحق چوہا اور علام محمد نے بھارتی ہائی کمیشن اور امریکی دفتر اطلاعات کے سامنے بھوک ہڑتال کر رکھی ہے۔

کراچی۔ ۵ اکتوبر۔ مغربی پاکستان کا متحدہ صوبہ ۴ اکتوبر کو وجود میں آجائے گا۔

کراچی۔ ۵ اکتوبر۔ دستور ساز اسمبلی نے آج دفعہ ۹۲ الف کی تینج اور گورنٹ آف انڈیا ایکٹ میں دفعہ ۹۳ کا اضافہ کرنے کے لئے جوں و پیش کیا گیا ہے وہ منظور کر لیا۔

ڈھاکہ۔ ۵ اکتوبر۔ مشرقی بنگال کے وزیر اعلیٰ مسٹر ابوسین سرکار نے آج مشرقی بنگال کے تمام سیاسی قیدیوں کی رہائی کا حکم دے دیا۔

کراچی۔ ۵ اکتوبر۔ دستور ساز اسمبلی کے سپیکر نے سندھ کے پانچ ارکان دستور کے خلاف انتخابی مزد داری کی سماعت کے لئے ایکٹ میول مقرر کر دیا۔

کراچی۔ ۶ اکتوبر۔ میجر جنرل سکندر مرزا نے آج صبح پاکستان کے مستقل گورنر جنرل کا عہدہ سنبھال لیا۔

کراچی۔ ۶ اکتوبر۔ آج ایک سرکاری اعلان میں کہا گیا کہ میانہ احمد گرامی ۱۲ اکتوبر سے مغربی پاکستان کے متحدہ صوبے کے گورنر مقرر کئے گئے ہیں۔

لاہور۔ ۶ اکتوبر۔ سیلاب کے باعث اب تک سیالکوٹ۔ گوجرانوالہ۔ لاہور۔ شیخوپورہ۔ اور منٹگمری کے اضلاع میں نہروں۔ سڑکوں اور سرکاری عمارتوں کو جو نقصان پہنچ چکا ہے۔ اعلیٰ سرکاری حکام کے اندازہ کے مطابق اس کی تلافی کے لئے ۱۲ کروڑ روپے سے زائد رقم درکار ہوگی۔

لاہور۔ ۶ اکتوبر۔ وزیر اعظم چودھری محمد علی ۹ اکتوبر کو آزاد کشمیر جاتے ہوئے لاہور آئیں گے۔

کراچی۔ ۶ اکتوبر۔ گورنر جنرل نے مرکزی کابینہ کی سفارشات پر راولپنڈی سائرس کپس کے اسبڑوں کی باقی ماندہ سڑکیں معاف کر دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

لاہور۔ ۶ اکتوبر۔ راوی میں پانی کی سطح نوٹ کر گئی ہے۔ محاذ ایدن میں سیلابی تباہی ختم ہو جائے گی۔

رباط۔ ۲ اکتوبر۔ ایک فرانسیسی اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ نامعلوم مسلح گروہوں نے کل رات بینائی مراکش اور مہا نوی مراکش کی سرحد کے قریب اور جبل طاس کے قریب میں فرانس کی تین چوکیوں پر حملہ کر دیا۔

دمشق۔ ۳ اکتوبر۔ مصر اور شام کے درمیان دفاعی امور پر مکمل سمجھوتہ ہو گیا ہے۔ جس کے تحت مصر شام کو جدید ترین اسلحہ مہیا کرے گا۔

دمشق۔ ۴ اکتوبر۔ اگر کیا کا مسئلہ اقوام متحدہ میں پیش ہوا تو شام بھارت کی حمایت کرے گا۔

نئی دہلی۔ ۵ اکتوبر۔ مشرقی پنجاب اور ریاستوں میں شدید بارشوں کے باعث مکانات گرنے سے کل تک مرنے والوں کی تعداد ۵۲ تک پہنچ گئی ہے امرت سر میں دوسو مکانات منہدم ہو گئے۔ جس سے ۲۰۰۰ اشخاص ہلاک اور ایک سو سے زائد زخمی ہو گئے۔

نئی دہلی۔ ۶ اکتوبر۔ دریائے جہنا کے سیلاب نے آج مزید شہرت اختیار کر لی۔

پیرس۔ ۶ اکتوبر۔ قیامیوں نے ٹیلیفون کے تار کاٹ دیئے ہیں اور سڑکیں توڑ دی ہیں۔ تاکہ فرانسیسی فوجوں کے لئے اسلحہ کی فراہمی میں رکاوٹ پڑ سکے۔

قاہرہ۔ ۶ اکتوبر۔ وزیر اعظم مصر نے بتایا ہے کہ روس منسکو ایم۔ آئی۔ جی قسم کے طیارے دے گا۔

پراگ۔ ۹ اکتوبر۔ مصری وزارت جنگ کے شعبہ اسلحہ سازی کے انجینئر میجر جنرل حسن راغب جیکو سلوواکیہ کے دار الحکومت میں پہنچ گئے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اسی حالیہ سمجھوتے کے سلسلہ میں یہاں آئے ہیں۔ جس کے تحت مصری روٹی۔ چاول اور دوسری اشیاء کے بدلے مصر کو اسلحہ مہیا کیا جائے گا۔

پیرس۔ ۹ اکتوبر۔ فرانس کی قومی اسمبلی نے آج مراکش کو داخلی خود مختاری دینے کا منصوبہ منظور کر لیا۔

قاہرہ۔ ۱۰ اکتوبر۔ عرب لیگ کے وزرائے اعظم اور وزرائے خارجہ نے گزشتہ رات عربوں کے ایک نئے دفاعی معاہدے اور عرب اتحاد کو مزید طاقتور بنانے کے منصوبوں پر غور کیا۔ سیاسی مبصرین کا خیال ہے کہ مجوزہ دفاعی معاہدے کا مقصد عراق کو عرب لیگ میں داخلہ لاکر اس برودی نا اعلانی کو ختم کرنا ہے۔ جو عراقی ترک معاہدے کے بعد پیدا ہو گئی تھی۔

لاہور۔ ۹ اکتوبر۔ وزیر اعظم پاکستان چودھری محمد علی نے آج پنجاب کے سیلاب زدگان کی فوری امداد کے لئے مرکزی حکومت کی جانب سے بچاس لاکھ کی منظوری کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ حکومت صوبے کو مزید امداد دینے کے سوال پر غور کر رہی ہے۔

لاہور۔ ۹ اکتوبر۔ پنجاب کے پھرے ہوئے دریاؤں کا فیض بے غصب بدستور منٹگمری اور ملتان کے اضلاع میں مرکوز ہے۔ ان کا اٹمنٹ ہوتا پانی اب مظفر گڑھ اور لائل پور کے وسیع علاقوں میں تباہی مچا رہا ہے۔

لاہور۔ ۹ اکتوبر۔ پاکستان کے وزیر اعظم چودھری محمد علی نے آج لاہور میں بتایا ہے کہ ایک سیلاب کمیشن قائم کیا جائے گا۔ جو پوری تباہی مستندہ میں سیلاب کی روک تھام کے لئے سفارشات پیش کرے گا۔